

دیوان نیا ریلو

ترتیب و تہذیب مع مقدمہ

ڈاکٹر انوار الحسن

(لکھنؤ یونیورسٹی)

ناشر
رام کمار بکسٹو
مطبع منشی نوکشور لکھنؤ

P1
51

ہفتبہ: انوار الحسن

لکچر ڈیپارٹمنٹ آف اورینٹل اسٹڈیز ان عربک اینڈ پرشین
لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ (از ۱۹۶۰ء)

مسابقت لکچر فارسی و اردو، امیر الدولہ اسلامیہ کالج، لکھنؤ (۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۰ء)
تعلیم: ایم۔ اے، پی ایچ ڈی (عربی) لکھنؤ یونیورسٹی (۱۹۵۴ء و ۱۹۵۸ء)
ایم۔ اے (اردو) ۱۹۵۷ء

عالم، فاضل ادب (عربی) ۱۹۴۲ء و ۱۹۴۳ء

دبیر ماہر، دبیر کامل (فارسی) ۱۹۳۹ء و ۱۹۴۰ء

آنرزدان پرشین، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۴۵ء

ادیب کامل (اردو) — جامعہ اردو ۱۹۴۵ء

اردو اعلیٰ قابلیت — یو پی بورڈ ۱۹۴۳ء

درس نظامیہ — مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

مطبوعہ تصانیف:

امام غزالی کے تعلیمی نظریات

وطن پرست اور دوسرے افسانے (ترجمہ از فارسی)

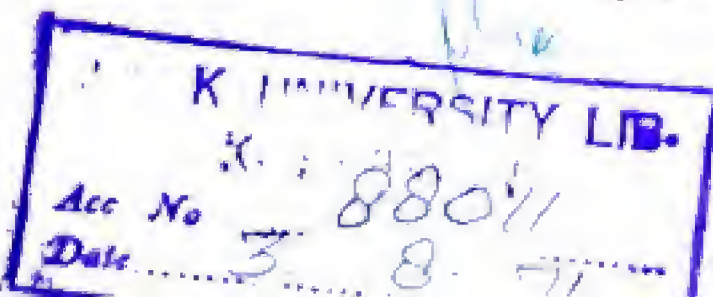
دیوان ذوق (صحت و مقدمہ)

قرون وسطیٰ کا اسلامی نظام تعلیم (زیر طبع)

دیوان امیر خسرو دہلوی (صحت و مقدمہ)

اور

بچوں کے لئے متعدد کتابیں



دیوان نیاز بریلوی

مشہور صوفی اور باکمال شاعر حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی (متوفی ۱۲۵۵ھ بمطابق ۱۸۴۰ء) اپنے عہد میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کی ذات مزج خاص و عام تھی۔ فارسی اور اردو شاعری ان کی خایاں حیثیت مسلم ہے۔ اس لئے اکثر بلند پایہ تذکروں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ حضرت نیاز کا دیوان متعدد بار شائع ہوا۔ لیکن اب عرصہ بے کمیاب تھا اور ایک مستند اور صحیح ایڈیشن کی ضرورت تھی اس کے پیش نظر ڈاکٹر انوار الحسن صاحب استاد شعبہ عربی و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی نے اس کی صحت و ترتیب کی طرف توجہ کی اور متعدد نسخوں سے مقابلہ کر کے اردو فارسی کلام کو از سر نو مرتب کیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ ایک مبسوط مقدمہ لکھ کر ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس میں شاہ نیاز احمد کے حالات زندگی کے علاوہ علم تصوف کی اجمالی تاریخ اور اس کے مقاصد پر تبصرہ بھی کیا گیا ہے اور کلام نیاز کا تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دیوان نیاز کا یہ سب سے پہلا مستند اور صحیح ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کا سب سے قدیم اور معروف ادارہ اہل ذوق کی خدمت میں اپنی سابقہ روایات کے مطابق پیش کر رہا ہے۔ ظاہری حسن و نفاست میں بھی اعلیٰ معیار ہمارا مطبع نظر ہے

قیمت مجلد تین روپے پچیس پیسے



ALLAMA IQBAL LIBRARY



88011

عبدالعظیم صدیقی منیجر

(راجہ) رام کمار بکڈپو وارتھ مطبع منشی نو لکھنؤ

فہرست دیوان نیاز

غزل نمبر

مصرع

صفحہ نمبر

۱

۵

۶

۷

۱۲

۱۳

۱۵

۱۷

۲۹

۳۰

۳۱

۳۱

۳۲

۳۲

۳۳

۳۳

۳۴

۳۴

۳۵

۳۵

۳۶

۳۶

۳۷

۳۷

۳۸

۳۸

دیباچہ
تصوف کیا ہے

تصوف اور فارسی شاعری
سلسلہ چشتیہ کی اجمالی تاریخ

حالات حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی

تصانیف حضرت شاہ نیاز احمد

خلفاء حضرت شاہ نیاز احمد

حضرت نیاز بحیثیت شاعر

اے غنی ذات تو از اقرار و از انکار ما

اے بنیاں در کج غیب از دیدہ ابھار

خود تجلی کردہ بر خود آں بُت عیار ما

بہ بہتان بچل گل عذارے کردہ ام پیدا

بہ ملک ہستی خود شہریارے کردہ ام پیدا

امشب آنست کہ زد حلقہ جہاں بردار ما

دی پاسے بند دین مجازی بدیم ما

دین معاش گرفتہ و خوش کا فریم ما

بہ مرآت جہاں بنود جاناں زوئے زیبارا

الایا ایتھا المشرقی بہ نوشتاں مئے مارا

بیا اے ساقی ز بیا و پر کن جام شہبارا

بس جامہ خوں کشتہ کشیر جھارا

اے دل بہ گیر دامن سلطان اولیار

عشقت آنست کز دنام و نشاںم باقی است

رفتم اندر تیرہ خاک، انس بتاںم باقی است

خیال دوست در دل آں چناں است

یار مارا ہر زباں نام و نشاںم دیکر است

دے کہ صایغ تقدیر طینتم بہ شر است

۱

۲

۳

۴

۵

۶

۷

۸

۹

۱۰

۱۱

۱۲

۱۳

۱۴

۱۵

۱۶

۱۷

۱۸

۳۹	مبارک بادت اے دل! گشت بنیادیدہ کورت	۱۹
۳۹	رقصم از نغمہ ترانہ "اورست"	۲۰
۴۰	حسنِ روئے ہر بری روئے، عکسِ حسنِ روئے "اورست"	۲۱
۴۰	جانِ عالم در کند حلقہ کیسویں اورست	۲۲
۴۱	ذاتِ حق خورشید و امیں اعیانِ بار اذاتِ اورست	۲۳
۴۱	دل دستگیر حلقہ زلفِ دو تائے اورست	۲۴
۴۲	حسنِ جہاں ز حسنِ رُخِ دلربائے اورست	۲۵
۴۲	کے کہ سیرِ نہاں است در حلقِ ہر اورست	۲۶
۴۳	اے دیدہ چہ اندر نظرت آمدورفت	۲۷
۴۳	اے دیدہ نہ دیدم چہ برت آمدورفت	۲۸
۴۴	از عتابِ توبہ جانم چہ بلا آمدورفت	۲۹
۴۴	آلارِ بودن گوئے خدائی آساں نیست	۳۰
۴۵	آں کہ بر در گہشِ نیاز من است	۳۱
۴۵	دیدہ بازی نہ ہمیں دیدہ حیرانم سوخت	۳۲
۴۶	مہرِ رویت نہ ہمیں دیدہ حیرانم سوخت	۳۳
۴۷	کا در عشق ز رسمِ ورہ ایماں بر گشت	۳۴
۴۷	انچہ بامادہ کشاں سا غر صہبائی کرد	۳۵
۴۸	دل من انچہ ز اختیار تنہائی کرد	۳۶
۴۹	اے کامش کہ نہ تلخی ہجرم رہا کفد	۳۷
۴۹	بسعف آمدہ، گلدرستہ ہمار آورد	۳۸
۵۰	وائے بر غلطیدہ درخوں کہ قاتل بگذرد	۳۹
۵۰	گم رہے آں ماہ تابانے بہ محفل بگذرد	۴۰
۵۱	صورتم پست است لیکن معنی دارم بلند	۴۱
۵۱	دارم اے عشق ز تو منت، احسانے چند	۴۲
۵۲	نیست تنہا بہ غمت نالہ و آفاقے چند	۴۳
۵۲	نیست در کوئے تو تنہا میرِ قمر بے چند	۴۴
۵۲	سیتم گرا میرِ لغزشم گذرا و ریغ بندار	۴۵
۵۳	دارد دلِ ام، سکو داسے لیلیاں کے دگر	۴۶
۵۳	می کند با من دلم ہر لحظہ اظہار سے دگر	۴۷

۴۸	ہرچہ از کھر فنوں اندر جہاں می بینش	۵۳
۴۹	زاں کہ او صبح مست، از دوسے بتاں می بینش	۵۵
۵۰	آں کہ بدستِ نواں، نورِ عیاں می بینش	۵۵
۵۱	مست گشتم از دو چشم ساقی پیمانہ پوشش	۵۶
۵۲	بر تو میر قدیم ست، این میر تا بان عشق	۵۶
۵۳	باز بدستِ دلتم شد جلوہ گر سلطان عشق	۵۷
۵۴	جلوہ کاہ ذات میں در نظر ایوانِ دل	۵۸
۵۵	دور از حق اندیشی می پویم و می رقصم	۵۸
۵۶	دوسے نظارہ روئے تو اسے یارِ آرزو دارم	۵۹
۵۷	ہر انکارم ز اختیار مست اسے یارِ آرزو دارم	۵۹
۵۸	یا جانِ خود بہ دل بہر جانانہ دادہ ام	۶۰
۵۹	جو اسے سیرِ گل دیدن نہ دارم	۶۰
۶۰	ز روئے حسرت دیدن نہ دارم	۶۱
۶۱	الایا ایجا اساقی بدہ جامِ نئے کام	۶۲
۶۲	جاناں بہ غم روئے تو، اندر تب و تابم	۶۲
۶۳	ز حدِ دوسے نگاہ دیدہ آں یارِ محنورم	۶۳
۶۴	رطونِ حقِ مبعث و اں بجانِ جانِ بہنام	۶۳
۶۵	دور آید بہ رسم ناگہ شبِ آں شمعِ شبستانم	۶۴
۶۶	مریدِ پیرِ معانم، دگر نہ می دانم	۶۴
۶۷	عاشقِ سبے خبر منم، من نہ منم، نہ من منم	۶۵
۶۸	من نہ منم، نہ من منم، من نہ منم، نہ من منم	۶۶
۶۹	چوں یارِ بہ بزمِ آند و پوشیدہ نقابم	۶۶
۷۰	با ہمہ حسنِ خودیم، عاشقِ روئے کیستم؟	۶۷
۷۱	بچوں دوسے جھگانم، غرقائے قافِ قدیم	۶۷
۷۲	من آں نورم کہ اندر لامکاں موجود بودم	۶۷
۷۳	اسے طالبانِ ای طالبان! من با شما ہر جاستم	۶۸
۷۴	تہانہ چاکِ زرد بہ گریبانم این چنین	۶۹
۷۵	محوِ نظارہ رخِ جانم این چنین	۶۹
۷۶	خدا را اسے صبا بگذر بہ سوئے خاکسارِ من	۷۰
۷۷	کئے شکفتِ جز داغِ جگر بر شاخِ سارِ من	۷۱

۷۱	دی خراماں می گذشت آن یارِ خوش رفتار من	۷۸
۷۲	دی در آمد بر درم آن ساقی سرشار من	۷۹
۷۲	بستر حق پنهان است اندر معنی اسرار من	۸۰
۷۳	نیست جز آن ہنگ عشق آواز موسیقار من	۸۱
۷۳	اسیر عشق مفتون است مجنون	۸۲
۷۳	مریضِ عشق مفتون و مجنون	۸۳
۷۴	عید است ساقیا در میخانه باز کن	۸۴
۷۴	شاہِ عشق آمد و شد تخت نشین بردل من	۸۵
۷۵	من پاک باز عشقم، ذوق فنا چہ شدہ	۸۶
۷۵	اے عکسِ نمائے تو آباہر ذرہ چوں آئینہ	۸۷
۷۶	اے جلوہ گیرِ رویت، ہر وجہ و ہر رُوی	۸۸
۷۶	گر بر سر بالینم، نازاں بہ خرام آنی	۸۹
۷۷	سزد آن کہ دلم ز نم من ز کمال کبریاں	۹۰
۷۷	بہر بود ز دستِ این، دلم اعجاز نگاہ	۹۱
۷۷	از خلق جدا ہستی و ہم در ہمہ بانی	۹۲
۷۸	اے دل تو چہیں در شغب و شورِ جرائی؟	۹۳
۷۹	بر چہرہ تو نقاب تاکے	۹۴
	نعت و منقبت	
۸۲	امیر المومنین صدیق اکبرؑ	۱
۸۲	خواجہ خواجگان معین الدینؒ	۲
۸۳	دلا خاکِ رہ کوئے محمدؐ شو محمدؐ شو	۳
۸۳	زہے عز و علای غمہائے ادح انسانی	۴
۸۴	زہے عز و جلال بو ترابی فخر انسانی	۵
۸۴	بدہ دست، یقین اے دل بہ دستِ شاعرِ جیلانیؒ	۶
۸۵	ولادتِ طلب بکشا، بہ در کاہ شہنشاہ	۷
	شہادت	
۸۸	صَدَقَ فَاَ اللّٰہُ لَی وَ اَیَّامُہَا (دعا)	۱
۸۹	یار من با کمالِ رعنائی	۲
۹۰	امیر ربی ست روح و سر کہ فداست	۳

مناجات و مستزاد

الہی تجی بی امام

۹۴	۱	اسے دوست بہ ہیں در ہمہ سوز وئے نار
۹۸	۲	در کسوت نو آمد آں دل پر زینا
۹۹	۳	بیر خفی از مطلع انوار بر آمد
۱۰۰		نادیدہ عیاں شد

غزلیات اردو

۱۰۵	۱	گر کون و مکان مظهر نیرنگ نہ ہوتا
۱۰۵	۲	تیار سے موج کی نہ تھپے چہرہ آب کا
۱۰۵	۳	مٹھارے عشق میں گر جان کے دینے سے میں اڑتا
۱۰۶	۴	اسے دل جناب قدس میں تو کب رسا ہوا؟
۱۰۶	۵	کیا جانے کس کی گھات میں نکلا کسا ہوا؟
۱۰۶	۶	عشق میں آ غیب مراد دیکھا
۱۰۶	۷	یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
۱۰۸	۸	مٹھارے دورے میں ہم نے ساتی عجب ہی دور ہمار دیکھا
۱۰۹	۹	جوں ہی آمد آمد عشق کا الجھے دل نے مزدہ سنا دیا
۱۰۹	۱۰	تو نے اپنا جلوہ دکھانے کو، جو نقاب منہ سے اٹھا دیا
۱۱۱	۱۱	حافظ و شہت میں جس نے قدم پہلے رکھا
۱۱۱	۱۲	مغمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
۱۱۱	۱۳	اسے دل کہیں نہ جائیو نہ ہمار دیکھنا
۱۱۲	۱۴	مشکر غم آ پڑا اقلیم دل پر ٹوٹ ٹوٹ
۱۱۲	۱۵	رات تیری یاد میں اتنا میں رو دیا بھوٹ بھوٹ
۱۱۳	۱۶	اس تمیں کی گرفتاری سے اسے دل جھوٹ جھوٹ
۱۱۳	۱۷	آ غصیت نہ خاں دیا میں کیا کی بوت بوت
۱۱۳	۱۸	خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مجھایا ہے شور
۱۱۳	۱۹	سمندر ناری کی جب سے ابانک دی ملک چھوڑ
۱۱۵	۲۰	ہمارے سیتہ دل کو جو توڑتا ہے انور
۱۱۵	۲۱	حباب کی طرح اپنے تمیں بنا کے توڑ
۱۱۶	۲۲	جس یار کی بویا دیں مٹھ مار فراموش
۱۱۶	۲۳	غم کو ملک کرتا ہے کم جہان اسٹک

۱۱۷	کیا بکلا ہے ان دنوں طوفانِ اشک	۲۴
۱۱۷	آتی ہے جب کہ نشہ تو حید کی ترنگ	۲۵
۱۱۷	کس پیار کی نگاہ کا دل میں لگا خدنگ	۲۶
۱۱۸	دکھلا رہا ہے شاہدِ نیرنگ اپنے رنگ	۲۷
۱۱۸	دشتِ پیائی سے ہے اپنی بیاہل نازاں	۲۸
۱۱۹	کیا ہی پھولی بہار آنکھوں میں	۲۹
۱۱۹	کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں	۳۰
۱۲۰	اگرچہ میں سیربتاں دیکھتا ہوں	۳۱
۱۲۰	جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں	۳۲
۱۲۱	ملکِ خدا میں یار و آباد ہیں تو ہم ہیں	۳۳
۱۲۱	یہ تیری جلوہ گریاں آنکھوں میں چھار ہی ہیں	۳۴
۱۲۲	رواں آنکھوں سے ہے سیلابِ گلگوں	۳۵
۱۲۲	کافرِ عشق ہوں میں بندہٴ اسلام نہیں	۳۶
۱۲۳	عاشقِ زار ہوں میں طالبِ آرام نہیں	۳۷
۱۲۳	نیمسی نیستی ہے یار و اور مستی کچھ نہیں	۳۸
۱۲۴	مدرسے میں عاشقوں کے جس کی رسمِ اشہ ہو	۳۹
۱۲۵	وہ یار ہے میرا ارے او دیکھنے یار و!	۴۰
۱۲۵	ہم جرمِ محبت کے گنہگار ہیں یار و!	۴۱
۱۲۶	عشق میں تیرے کوہِ غم سر بر لیا، جو ہو، سو ہو	۴۲
۱۲۷	عشق سستاتا ہے کیوں آکھے ہر آن تو؟	۴۳
۱۲۷	افسانہ مرے درد کا اُس یار سے کہہ دو	۴۴
۱۲۸	دکھلائے داغِ دل نے گلستاں بسے تے	۴۵
۱۲۹	چھوڑ و بکھے بے خود مرا آرام یہی ہے	۴۶
۱۲۹	صنم ہے گلبدن ہے مرہمِ جبین ہے	۴۷
۱۲۹	غمِ جدائی کو ہم جانے یا خدا جانے	۴۸
۱۳۰	جب بردِ دل حضرتِ عشق آن بیکار سے	۴۹
۱۳۰	مری آنکھوں میں اگر ایسی ہی تری نت کو جلوہ گری رہی	۵۰
۱۳۱	آتے ہی اُس کے سامنے یوں آپ سے ہم چل بسے	۵۱
۱۳۱	جب چھوڑ کر تنہا بکھے وہ یار ہمدم چل بسے	۵۲

۱۳۱	دھیان اپنے کو نہ خاک کے افلاک سے باندھے	۵۳
۱۳۲	مجھے بخودی بھی تو نے بھلی چاشنی سکھائی	۵۴
۱۳۳	ستارے نہیں یہ شب تار کے	۵۵
۱۳۳	چھٹا ہاتھ سے چشمِ خوِ نثار کے	۵۶
۱۳۴	جو ہیں آشنا سرِ اسرار کے	۵۷
۱۳۴	منہ اپنا جو تو نے دکھایا مجھے	۵۸
۱۳۴	یہ جو ہے کون و مکان، یارِ دیہ ہے سب لاشے	۵۹
۱۳۵	روٹھا ہوا وہ پیارا گرا اپنے سے من جاوے	۶۰
۱۳۶	کہتے ہیں جس کو عشق ہمارا ہی نام ہے	۶۱
۱۳۶	میں وہ کوئی ہوں، جس کا خدائی میں نام ہے	۶۲
۱۳۶	سرزمینِ حشرت کی آب و ہوا کچھ اور ہے	۶۳
۱۳۷	بہارِ چند روزہ پر دل اپنا شاد کیوں کیجئے	۶۴

متفرقات (ہندوستانی و ہندی)

۱۳۹	خواجہ معین الدین کے گھر آج ڈھاتی ہے بسنت	۱
۱۴۰	لایا تمھارے پاس ہوں یا پیر! الغیث	۲
۱۴۱	شیامِ سندر کی جب سُدھ آئی	۳
۱۴۱	سرسوں بھولی آنکھوں میں	۴
۱۴۱	من موہن چھب دکھلائی	۵
۱۴۲	سرسوں بھولی آنکھوں میں	۶
۱۴۲	دیکھو جی اب اُبنے ہے	۷
۱۴۲	”ضم“ ”مکھ“ ”عمی“ ”ہو کے حق سے دھیان لگاؤ جی	۸
۱۴۲	من دھن مرنی موہن کی سب سُدھ بڈھ بسرائی	۹
۱۴۳	جو گنیا کا بھیس بنا کے اپنی کوڑھونڈھن جاؤں	۱۰
۱۴۳	ہوری ہوئے رہی احمد جیو کے دوار	۱۱
۱۴۳	سُن سورج، سچنی رُت بھاگن کی ہے بہار	۱۲
۱۴۴	من موہن پیارو، موغہ برہن پنج دیورے	۱۳
۱۴۴	سکھی چڑھاری برہا اگن سب گات	۱۴
۱۴۴	آیا بھاگن، ہوری کھیلن ترنی باری بار	۱۵
۱۴۴	من لاگو ات کیسے چھو اُسے لگ کے بہیم کی ڈوری	۱۶

مقدمہ

تصوّف کیا ہے؟ | ”فارسی شاعری بقول علامہ شبلی نعمانی اُس وقت تک
 قابلِ بے جان تھی جب تک اُس میں تصوّف کا عنصر شامل نہیں ہوا۔ اور
 ”تصوّف کی تعریف زبان و قلم کی حدود سے باہر ہے“ کیونکہ وہ ”وجدانِ ذوق و
 مشاہدہ کا نام ہے جو بیان میں نہیں آسکتا“ یہ وہ باطنی حسن ہے جو محبت کی
 بنیادوں پر مشق و ریاضت سے پیدا ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ انسان اشیاء
 کی حقیقت کو روحانی رنگوں میں دیکھتا ہے۔ روحانیت کا ارتقاء انسانیت کی
 معراجِ کمال ہے اور تصوّف کا بنیادی مقصد ارتقاءِ روحانیت ہے۔ یہی
 کشف، مشاہدہ، الہام اور عرفان کے مدارج حاصل کرنے کا سبب بنتی ہے اور
 شریعت و اخلاق کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں معاون ہوتی ہے۔
 تصوّف کا سرچشمہ کیا ہے؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض محققین کے
 نزدیک ہندوستان کے قدیم مذاہب کی تعلیمات تصوّف کا سرچشمہ ہیں۔ بعضوں
 نے اسکے ڈانڈے ”حکمتِ اشراق“ سے ملائے ہیں۔ کچھ لوگوں کے نزدیک عرب ہی سے
 اس کا آغاز ہوا اور کچھ اسے ایران کی دین سمجھتے ہیں۔ اکابرِ صوفیہ کرام نے
 تصوّف کا سرچشمہ منبعِ قرآن و حدیث کی تعلیمات ہی کو قرار دیا ہے اور یہی
 قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔

تصوّف کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: محبتِ الہی اور معیت ذاتی۔ صوفیائے کرام

کا دعویٰ ہے کہ محبت الہی کی دعوت خود قرآن کریم میں دی گئی ہے اور اسی سے معیت و قرب ذاتی کا وعدہ بطور نتیجہ نکلتا ہے۔ صوفیہ اس چیز کو ”معرفت“ کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں محبت الہی کا عملی راستہ یہ ہے کہ انسان خدا کے بندوں سے محبت کرنا سکھے کیونکہ قرآن بھی اسی کی تعلیم دیتا ہے اور احادیث نبوی میں اسی پر زور دیا گیا ہے۔ صوفیائے کرام نے محبت کے اسی عملی راستے کو اختیار کیا تھا اور خدمتِ خلق کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں گو یا ان کے لئے یہ زندگی کا اہم ترین فریضہ تھا۔ خدمتِ خلق سے صرف یہی مراد نہیں کہ مادی ضروریات کی فراہمی کی جائے، اخلاق کی درستی بھی اسی زمرے میں آتی ہے کیونکہ قرآنی تعلیمات کا پنجوڑا اخلاق کی درستی ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام نے اخلاق کی درستی پر بہت زور دیا تھا۔

تصوف اور فارسی شاعری فارسی شاعری میں سب سے پہلے صوفیانہ خیالات حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیرؒ نے ادا کئے، پھر حکیم سنائی نے اس باغ کی آبپاری کی اور فارسی شاعری کو تصوف کے مسائل سے بھی پہلے پہل روشناس کرایا۔ ان کے بعد اوصدٰی کرمانی اور اوصدٰی اصفہانی نے شاعری کے ذریعہ تصوف کے خیالات لوگوں تک پہنچائے۔ پھر حضرت فرید الدین عطارؒ سے اس کا دائرہ اور وسیع ہوا۔ وہ ”وحدت وجود“ کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ ان کے اس نظریہ کا مفہوم شبلی کی زبان سے سنئے۔ تمام اشعار میں ذات باری تعالیٰ جاری و ساری ہے اور اسی نے ہر چیز میں حُسن پیدا کر دیا ہے۔ وہ قد میں جلوہ، زلف میں شکن، ابرو میں وسم، یا قوت میں آب اور مشک میں خوشبو ہے۔“

۳۵ مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول، مکتوب ۲۵۔ وقرآن کریم پارہ ۲- آیت ۱۶۰ وپارہ ۳
آیت ۲۹ و ترجمان القرآن جلد اول صفحہ ۸۰ ۳۵ قرآن کریم سورہ مومن آیت ۶ وپارہ ۲۷،
رکوع ۱۶۱- ۱۶۲ شبلی: شعرا عجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۰- ۱۲۱- ۱۲۲ شبلی: شعرا عجم جلد
پنجم صفحہ ۱۲۲ ۳۵ شبلی: شعرا عجم جلد پنجم صفحہ ۱۲۵- ۱۲۶

حکیم سنائی نے تصوف کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیمات بھی شاعری کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیں، پھر فخر الدین عراتی، شیخ سعدی اور مولانا رومؒ کے اسے دو آتشہ بنا دیا۔ امیر خسرو دہلوی اور حسن دہلوی نے عاشقانہ اور شوخ مجازی رنگ اختیار کیا، پھر مغربی، جامی اور خواجہ حافظ نے بھی تصوف کا بہت بڑا ذخیرہ تیار کر دیا۔ غرض کہ ایک طرف صوفی شعرائے اپنے عارفانہ کلام کے ذریعہ صوفیانہ خیالات کی ترویج و اشاعت کی تو دوسری طرف دوسرے اکابر صوفیائے کرام نے اپنی تعلیمات کو وسیع اور عام کرنے کے لئے روحانی سلسلے قائم کئے۔

صوفیاء کے سلسلے | صوفیاء کے مختلف خانوادوں یا سلسلوں کی تنظیم بجائے خود صوفیانہ خیالات کی ترویج و اشاعت میں بہت معاون ثابت ہوئی اور یہ مختلف سلسلے عملی تعلیم کی رنگارنگی اور تنوع کے باوجود بنیادی مقاصد میں ہم آہنگ تھے۔ ان سلسلوں میں سلسلہ خواجگان، سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ سہروردیہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

پیش نظر دیوان میں ایک ایسے صوفی شاعر کا کلام زیر بحث ہے جو سلسلہ چشتیہ کا ایک ممتاز رکن تھا اسلئے اس سلسلہ کی تاریخ پر بھی اجمالی طور سے روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

سلسلہ چشتیہ سلسلہ | سلسلہ چشتیہ کی بنیاد حضرت شیخ ابوالسحاق شامیؒ (متوفی ۴۳۵ھ) نے ڈالی تھی لیکن ہندوستان میں اس خاندانہ تصوف کی نشوونما اور ترویج و اشاعت کا کام حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (متوفی ۷۴۵ھ) نے انجام دیا تھا جو ہندوستان کے رہنے والے تھے اور پرتھوی راج کے عہد میں ہندوستان آکر اجیر میں مقیم ہو گئے

۱۔ شمس الدین: شعر العجم جلد پنجم صفحہ ۱۲-۱۳۱ و سوانح مولانا رومؒ صفحہ ۶۹-۷۵ سیر الاولیاء صفحہ ۴۴ و خزینۃ الاولیاء جلد اول صفحہ ۲۴۰-۲۴۱ و آئین اکبری صفحہ ۲۴۰ و سیر الاولیاء صفحہ ۴۴-۴۵۔

تھے۔ ان کی تشریف آوری اور ان کی تعلیمات سے ہندوستان میں ایک زبردست حلقہ
 اور سماجی انقلاب رونما ہوا کیونکہ اس وقت یہاں کی حالت حد درجہ تباہ تھی۔
 خواجہ صاحب کی سادہ اور دلکش زندگی نے ہندوستان کے باشندوں کے خیالات میں
 نمایاں تغیر پیدا کیا اور ان کے اثرات و نفوذ کا دائرہ روز بروز وسیع پیمانے پر بڑھنے لگا
 خواجہ اجیری کے خلفاء میں دو بزرگ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:
 شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور شیخ حمید الدین ناگوریؒ (متوفی ۱۲۷۳ء)۔ حضرت
 بختیار کاکیؒ سے دہلی اور اسکے نواح میں سلسلہ چشتیہ کا فروغ ہوا اور ان کی تعلیمات
 سے ہزار نفوس فیضیاب ہوئے۔ شیخ حمید الدین ناگوریؒ اپنے علم و فضل کے باعث
 بہت ممتاز اور کثیر المتصانیف بزرگ تھے۔ عربی، فارسی اور ہندی تینوں زبانوں
 پر عبور تھا۔ گفتگو عام طور پر ہندی میں کرتے تھے۔ شیخ ناگوریؒ کے سلسلہ میں مولانا
 ضیاء الدین غنشی قابل ذکر ہیں۔ اور حضرت بختیار کاکیؒ کے خلفاء کے نام
 حسب ذیل ہیں :-

۱۔ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ — اجودھن

۲۔ شیخ بدر الدین غزنویؒ — دہلی

۳۔ خواجہ عماد الدینؒ — بلگرام

۴۔ خواجہ سید محمد صفویؒ — "

۵۔ شیخ محمودؒ — نروال

۱۵ سیر الادبیات صفحہ ۱۶۵

۱۶ کائنات الکرام از آزاد بلگرامی صفحہ ۹

۱۷ " " " " " " " "

۱۸ ترجمہ کلزار ابراہیم صفحہ ۴۲-۴۳

۱۹ سیر الادبیات صفحہ ۴۲

۲۰ مشائخ السرائع صفحہ ۱۶۶

۲۱ سیر الادبیات صفحہ ۱۵۶-۱۵۷

۲۲ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۱۵۰

۲۳ سیر الادبیات صفحہ ۳۷ و فوائد الفوائد

۶۔ شیخ معز الدینؒ — دہلی

۷۔ شیخ سعدؒ — ”

۸۔ قاضی عیاضؒ — قنوج

مذکورہ بالا بزرگوں میں سب سے زیادہ ممتاز حضرت فرید الدین گنج شکرؒ ہیں جن کے خلفاء و مریدین کا سلسلہ بہت وسیع ہے اور جن کی تعلیمات سے پنجاب کے وسیع علاقے میں چشتیہ سلسلہ کی اشاعت ہوئی۔ ان کو عوام و خواص میں اتنی مقبولیت حاصل ہوئی تھی کہ ہر وقت عقیدت مندوں کا گروہ پروانوں کی طرح ان کے گرد جمع رہتا تھا۔ ہندو اور مسلمان سب ہی ان کے عقیدتمندوں میں شامل تھے۔ بہت سے عظیم المرتبت صوفیائے کرام اور علمائے عظام بھی ان کے ارادت کشیدہ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو بھی ان سے بڑی عقیدت تھی اور ان کے اوصاف کے گن گاتے تھے۔ غرض کہ حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی تعلیمات کے اثر سے نہ صرف پنجاب بلکہ تمام ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں اور اس کے اثرات عام ہو گئے۔ ان کے خلفاء میں حسب ذیل بزرگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں:-

۱۔ شیخ جمال الدین ہانسیؒ

۲۔ شیخ بدر الدین اسحاقؒ

۳۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ

۴۔ فوائد الفواد صفحہ ۹۶

۵۔ سیر الاولیاء صفحہ ۱۷۸

۶۔ ” ” ” ” ”

۷۔ اخبار الاخیار ” ۶۹

۸۔ ترجمہ گلزار ابراہیم صفحہ ۴۲-۴۳

۹۔ ” ” ” ” ”

۱۰۔ ” ” ” ” ”

۱۱۔ فوائد الفواد صفحہ ۸۴، ۸۵

۴۔ شیخ علی احمد صابریؒ

۵۔ شیخ عارفؒ

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کے خلفاء میں شیخ علی احمد صابریؒ ایک ممتاز بزرگ تھے جن کے مریدین آگے چل کر سلسلہ چشتیہ کی صابریہ شاخ کے نام سے مشہور ہیں اور زمانہ مابعد میں اس خانوادے نے بھی بہت ترقی کی۔ لیکن حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے خلفاء میں ممتاز ترین بزرگ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ تھے جن کے زمانے میں سلسلہ چشتیہ کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ گیا تھا۔ ہندوستان کے گوشے گوشے میں ان کے مریدین و معتقدین لاکھوں سے تجاوز کر چکے تھے، حضرت امیر خسروؒ دہلوی ان کے مریدین میں بہت ممتاز بزرگ اور صوفی شاعر تھے۔ ایران و افغانستان کے لوگ بھی ان کے فارسی کلام پر سرگڑھنتے تھے۔ اور انھیں ”سعدی ہند“ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آج بھی ان کا مزار دہلی میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے پائنتی موجود ہے اور ہر سال عرس ہوتا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلفاء میں حسب ذیل بزرگوں کے نام لئے جاتے ہیں :-

۱۔ مولانا شمس الدینؒ سیحیؒ

۲۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ

۳۔ شیخ قطب الدینؒ منورؒ

۴۔ مولانا حسام الدینؒ ملتانیؒ

۵۔ مولانا فخر الدین زراذمیؒ

۵۵ تاریخ مشائخ خشت صفحہ ۱۷۶

۵۶ سیرالاولیاء ۲۵۶

۵۷ اخبارالاکھیار ۹۰

۱۵ اخبارالاکھیار صفحہ ۶۹

۱۶ سیرالاولیاء صفحہ ۱۸۳ - ۱۸۵

۱۷ سیرالاولیاء صفحہ ۲۲۵

۱۸ سیرالاولیاء صفحہ ۳۳۱

- ۷۔ مولانا علاء الدین سیلی
 ۸۔ مولانا وجہ الدین یوسف
 ۹۔ مولانا سراج الدین عثمان
 ۱۰۔ مولانا شہاب الدین امام
 ۱۱۔ شیخ برہان الدین غریب
 ۱۲۔ قاضی محی الدین کاشانی
 ۱۳۔ خواجہ محمد امام

ان بزرگوں کے فیوض و اثرات سے ہندوستان کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا۔
 دور دراز مقامات اور بیشتر صوبہ جات میں خاندان چشتیہ کی خانقاہیں قائم ہو گئیں
 جن میں ہندو اور مسلمان سب ہی جمع ہوتے تھے اور انھیں کے اثر سے سماجی وحدت
 و یگانگت کا ماحول پیدا ہو گیا جس کے اثرات سے سیاسی نظام بھی متاثر ہوئے
 بغیر نہ رہ سکا۔

پھر پندرھویں اور سوٹھویں صدی عیسوی میں اس سلسلے کی رفتار ترقی
 رک کر جمہود کا عالم طاری ہو گیا لیکن اٹھارھویں صدی عیسوی میں حضرت
 شاہ کلیم اللہ دہلویؒ نے اپنی پُر خلوص جدوجہد سے زندگی کی نئی لہر دوڑادی،
 نیز دوسرے رہنمایان طریقت میں حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی نے

۱۔ اخبار الاخبار	صفحہ ۹۳	۲۔ تاریخ مشائخ چشت	صفحہ ۱۷۶
۳۔ سیر الاولیاء	۲۸۷	۴۔ تاریخ مشائخ چشت	۱۷۶
۵۔ سیر الاولیاء	۲۹۰	۶۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم	صفحہ ۲۷۷
۷۔ تاریخ فرشتہ جلد اول	صفحہ ۲۷۷	۸۔ تاریخ مشائخ چشت	صفحہ ۲۷۷
۹۔ سیر الاولیاء	۲۹۶	۱۰۔ تاریخ مشائخ چشت	صفحہ ۲۷۷
۱۱۔ تاریخ فرشتہ جلد دوم	صفحہ ۲۷۷	۱۲۔ تاریخ مشائخ چشت	صفحہ ۲۷۷
۱۳۔ سیر الاولیاء	۲۹۶	۱۴۔ تاریخ مشائخ چشت	صفحہ ۲۷۷

دکن میں اور شاہ فخر الدینؒ نے دکن سے نکل کر دہلی میں خانقاہ قائم کر کے اس سلسلے کے نشاۃ ثانیہ کا سامان فراہم کر دیا۔ شاہ فخر الدینؒ کے خلفاء میں حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ نے روہیل کھنڈ میں اپنی خانقاہ بنائی اور وہاں دُور دُور سے آکر لوگ ان سے مستفیض ہونے لگے۔

حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ شاہ نیاز احمد نیاز بریلوی اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ
۳۵۰ ہجری تا ۳۵۲ ہجری کے باعث شاہ فخر الدینؒ کے مشہور ترین خلفاء میں بہت ممتاز تھے۔ بریلی اُن کی خانقاہ مرجع خواص و عام تھی اور اُن کے معتقدین کی تعداد بے شمار تھی۔ روہیل کھنڈ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں یا ہندوستان کے دُور دراز صوبوں ہی تک ان کی شہرت محدود نہ تھی بلکہ ہندوستان سے باہر افغانستان، ہمرقند، شیراز، بدخشاں اور عرب کے علاقوں میں بھی ان کے مُریدین، معتقدین اور خلفاء موجود تھے۔ مولانا غلام سرور لاہوری نے ان کے ارادت گیشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

خلق بے شمار بہ حلقہ ارادت سے در آمد	(ترجمہ) ان کے معتقدین میں اُن گنت لوگ شامل
و مردماں از اقا نیم دُور و دراز یعنی از کابل	تھے، اور لوگ دُور دُور کے ملکوں یعنی کابل،
و قندھار و شیراز و بدخشاں بہ خدمت با	قندھار، شیراز، اور بدخشاں سے ان کی
برکت سے حاضر آمد مستفیض و مستفیض	خدمت میں حاضر ہو کر فیض اٹھاتے اور
شدند	فائدہ حاصل کرتے تھے۔

۱۔ تکملہ سیرالاولیاء صفحہ ۱۱۳۔ ۱۲۰ تاریخ مشائخ حیات صفحہ ۲۶۰۔ ۵۳۹
۲۔ گلشن بے خار صفحہ ۲۳۳ و ریاض النفا، صفحہ ۳۳۹ و مناقب فریدی صفحہ ۲۰ و
خزینۃ الاصفیاء جلد اول (ذکر نیاز)۔ لکھ اپنے مرشد شاہ فخر الدینؒ کے بارے میں حضرت نیاز
کہتے ہیں: یہ کہاں فقر شدست از ظہور فخر الدینؒ خدائے اودل و جانم ذکر نمی دانم
۳۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول (ذکر نیاز)

ولادت اور
ابتدائی تعلیم

۱۱۴۳ھ ہجری میں بہ مقام سرہند پیدا ہوئے یہ ریاست
پٹیالہ (پنجاب) کی ایک چھوٹی لیکن تاریخی بستی ہے جہاں
مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کا مزار مزاج خواص و عوام ہے اور
انھیں کی نسبت سے اس بستی کو تاریخی عظمت حاصل ہوئی۔ بچپن ہی میں شاہ
نیاز احمد اپنے والد حکیم شاہ رحمت اللہ صاحب کے سایہ عاطفت سے محروم
ہو گئے۔ والدہ نے پرورش اور تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیے۔ مقامی علماء
کی زیر نگرانی تعلیم سے فراغت حاصل کر کے حضرت شاہ فخر الدین صاحب کجڑت
میں تکمیل تعلیم کے لئے دہلی پہنچے کیونکہ حضرت موصوف علوم باطن کے ساتھ
ساتھ علوم ظاہر کے بھی بہت بڑے عالم تھے اور دور دور سے شالین علم دہلی
اکوان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ غرض کہ ان کے زیر سایہ صرف
سترہ سال کی عمر میں شاہ نیاز احمد صاحب نے تفسیر، حدیث، اصول و فروع،
منقولات و منقولات کے علوم میں کمال حاصل کر لیا اور انھیں کسب باطن
کے لئے بیعت کر لی۔ باطنی علوم و معارف کی تحصیل و تکمیل میں بھی شاہ نیاز احمد
نے اپنی استعداد و لیا اور صمدی شاہ فخر الدین سے خلافت اور رشد و ہدایت
کی سند حاصل کی۔ شاہ صاحب موصوف نے انھیں بریلی میں قیام کرنے کا
حکم دیا۔

درس و تدریس کی مسند پر | شاہ نیاز احمد نے صرف رشد و ہدایت کی مسند پر
شکون ہونا ہی پسند نہ فرمایا بلکہ درس و تدریس کی خدمات بھی عرصہ تک انجام

۱۵ مناقب فریدی صفحہ ۴۰
۱۶ تاریخ مشائخ حیات صفحہ ۵۳۶
۱۷ تاریخ مشائخ حیات صفحہ ۵۶۲
۱۸ مناقب فریدی صفحہ ۴۱
۱۹ نسخہ نے والد ماجد کا نام "رحمت اللہ" لکھا
لیکن تاریخ مشائخ حیات صفحہ ۵۶۲ پر حضرت رحمت اللہ درج ہے۔
۲۰ تاریخ مشائخ حیات صفحہ ۵۶۳

دیں۔ دہلی میں اُن کا حلقہ درس شائقین علم کے لئے بڑا ہی پُرکشش اور مرکز توجہ تھا۔ ایسی محفلوں میں اُن کی علمی موشگافیاں اصحاب ادراک و بصیرت کے نزدیک بھی بڑی اہمیت رکھتی تھیں۔ اردو کے ممتاز شاعر اور قادر الکلام استاد مصطفیٰ نے بھی دہلی کے زمانہ قیام میں اُن کے سامنے زانوئے شاگردی نہ کیا تھا جس کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب ریاض العفصاء میں بھی کیا ہے اور ان کی ”شان علم“ و ”وجاہت“ کو بیان کیا ہے۔

تصانیف | مروجہ علوم میں تکمیل و تبحر کے بعد شاہ نیاز نے ایک طرف مستند درس کو کچھ عرصہ کے لئے سنبھالا تو دوسری طرف تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ کی کیونکہ یہ بھی وقت کی اہم ضرورت تھی اور ان کے روحانی مشن کی ترویج و اشاعت میں معاون ہو سکتی تھی۔ اسی لئے عموماً ایسے ہی موضوعات پر قلم اٹھایا جو اس عظیم مقصد کی تکمیل میں معاون ہو سکتے تھے۔ ”تاریخ مشائخ چشت“ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی نے حسب ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے:-

- ۱۔ تحفہ نیاز یہ حضرت بے نیاز
- ۲۔ حاشیہ شرح چغنی
- ۳۔ دیوان نیاز (فارسی)
- ۴۔ دیوان نیاز (اردو)
- ۵۔ رسالہ تسمیۃ المواتب
- ۶۔ رسالہ راز و نیاز
- ۷۔ شرح قصائد عربیہ
- ۸۔ شمس العین شریف
- ۹۔ مجموعہ قصائد عربیہ

مذکورہ تصانیف سے ان کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ فلسفہ و منطق کی اصطلاحات، تصوف کے نکات اور معرفت کے رموز شاہ صاحب کی زبان قلم

پر بے ساختہ آجاتے ہیں اور ان کے بیان پر انھیں بڑی قدرت ہے۔

خلفاء و مریدین | بریلوی میں شاہ نیاز احمدؒ کی خانقاہ عقیدت مندوں اور ارادت کشوں سے بھری رہتی تھی۔ جگہ جگہ سے لوگ آپ کی صحبت سے فیضیاب حاصل کرنے کے لئے وہاں آتے تھے۔ اٹھارھویں صدی میں حنیفہ سلسلہ کا فروغ پنجاب میں شاہ نور محمدؒ صاحب اور یو۔ پی میں شاہ نیاز احمدؒ صاحب کامرہون منت ہے اور اتفاق سے یہ دونوں بزرگ حضرت شاہ فخر الدینؒ دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ مؤخر الذکر یعنی حضرت شاہ نیازؒ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں بھی ان کے سلسلے کی خانقاہیں قائم تھیں، ایران، عرب، افغانستان، سمرقند اور بدخشاں کے دور دراز مقامات پر بھی ان کے ارادت کش اور عقیدت مند موجود تھے۔ ان کے خلفاء کی تعداد سینتیس بتائی جاتی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

خلفاء شاہ نیاز احمدؒ بریلوی

- ۱۔ تاج الاولیاء شاہ نظام الدینؒ
- ۲۔ مولوی عبداللطیف سمرقندی
- ۳۔ مولوی نعمت اللہ شاہ بخاری کابل
- ۴۔ حافظ وزیر خواجہ ۔

۱۔ خزینۃ الاصفیاء جلد اول صفحہ ۵۰۶۔ و مناقب المحبوبین صفحہ ۱۰۵
 ۲۔ تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۲، بحوالہ مکتوب حضرت شاہ عزیز احمد راز سجادہ نشین خانقاہ نیاز یہ بریلی و نہرہ
 شاہ نظام الدینؒ ابن شاہ نیازؒ۔

۳۔ حضرت نیازؒ کے بڑے صاحبزادے اور پہلے سجادہ نشین تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے بیٹے شاہ محی الدینؒ سجادہ نشین ہوئے۔ اس طرح سجادہ نشینی آپ کی نس میں قائم رہی اور آج کل شاہ نظام الدینؒ ابن شاہ نیازؒ کے ذرا سے شاہ عزیز میاں سجادہ نشین ہیں۔

- ۵۔ مولوی محمد حسین - مکتہ معظمہ
 ۶۔ میر محمد سمیع بدخشان
 ۷۔ مسکین شاہ صاحب ولایتی
 ۸۔ ملا عوض محمد بدخشان
 ۹۔ مولوی یار محمد کابلی
 ۱۰۔ محمد عثمان خاں وزیر خیل - کابل
 ۱۱۔ ملا جان محمد خاں اخون -
 ۱۲۔ مخدوم عبدالشہید یارقندی
 ۱۳۔ حاجی ہاشم کابل
 ۱۴۔ محمد فخر عالم شاہ جہاں پوری
 ۱۵۔ سید احمد علی شاہ آبادی
 ۱۶۔ سید حسنت علی
 ۱۷۔ میاں فخر الدین
 ۱۸۔ خلیفہ وجیہ الدین
 ۱۹۔ مرزا اسد اللہ بیگ بریلوی
 ۲۰۔ حاجی شرف الدین ردولوی
 ۲۱۔ سید صنا شاہزادہ - کیڑور - جمیر شریف
 ۲۲۔ سید ضیاء الدین
 ۲۳۔ محمد عبداللہ خاں - شاہجہاں پور
 ۲۴۔ مولاداد خاں
 ۲۵۔ مولوی محمود عالم بکھراونی
 ۲۶۔ بخش اللہ شاہ آبادی
 ۲۷۔ حکیم رحیم اللہ بکھراونی
 ۲۸۔ مولوی عبدالرحمن جاورہ
 ۲۹۔ غلام مولیٰ اکبر آبادی
 ۳۰۔ محمد کفایت اللہ
 ۳۱۔ مولوی علیہ اللہ جی پکھلی
 ۳۲۔ مولوی عبدالرحمن
 ۳۳۔ شاہ شمس الحق - کھنڈ
 ۳۴۔ شاہ نور الدین بریلوی
 ۳۵۔ مولوی مستان خاں شاہجہاں پوری
 ۳۶۔ خلیفہ عبدالرسول کابل
 ۳۷۔ مخدوم جی بدخشان

آدکا > حضرت نیاز کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام شاہ نظام الدین تھا جو "تاج الاولیاء" کے لقب سے مشہور تھے اور حضرت نیاز کے انتقال کے بعد پہلے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے شاہ محی الدین سجادہ نشین

ہوئے اور آجکل آپ کے نواسے شاہ عزیز احمد راز سجادہ نشین ہیں۔ حضرت
نیاز کے دوسرے بیٹے شاہ نصیر الدینؒ مجرد تھے، بدایوں میں سکونت اختیار کرنی
تھی اور وہاں رشد و ہدایت کی شمع جلائی۔

وفات | حضرت نیازؒ نے ۶ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ ہجری کو ستر سال کی عمر میں
بمقام بریلی وصال فرمایا اور وہیں آج بھی ان کا مزار مرجع عوام و خواص ہے۔
حضرت نیازؒ تصوف کی طرح ”شاعری“ بھی ”بقول شبلی نعمانی“ ذوقی
جہشیت شاعر اور وجدانی چیز ہے۔ اور شاہ نیازؒ کی طبیعت قدرت کی طرف
سے سوز و گداز اور ذوق و وجدان سے مالا مال تھی۔ عشق حقیقی سے ان کا خمیر بنا
تھا اور درِ عشق ہی ان کا سرمایہ حیات تھا۔ محبوب حقیقی کا یہ عاشق صادق،
بادۂ عرفان کا متوالا نیازؒ ”عشق حقیقی کی آتش گرم و تیز میں خود بھی سلگتا اور اپنے
آتشیں کلام کے ذریعہ اپنے دل کی آگ کی حرارت دوسروں تک پہنچاتا تھا۔ یہ
بزرگ صوفی شاعر شاعر سے زیادہ محبوب حقیقی کا عاشق صادق اور جادہ صبر و رضا
کا سالک تھا۔ شاعری پیشہ نہ تھا اور نہ تفریح کا متغلب بلکہ حب جذبات کا طوفان
اُمڈتا تو شعر کے قالب میں ڈھل جاتا تھا۔ کلام بہت کم ہے لیکن جو کچھ ہے انتخاب
ہے اور ذوق و وجدان کا عکس ہے۔ تاثیر کی شدت سب سے نمایاں اور امتیازی
خصوصیت ہے اور یہ ان کے جذبہ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلا
ہوا کلام دل پر اثر کرتا ہے۔ ساتھ ہی جامعیت اور افادیت کی خوبیاں اپنی جگہ
اہم ہیں۔ تصوف کے نکات، معرفت کے رموز، مشاہدہ باطن کے اسرار اور قلبی واہیات
کا بیان شاہ نیازؒ کے کلام میں بڑے دلکش اور دلنشیں انداز میں ملتا ہے اور

نام کو نہیں، جو کچھ ہے آمد ہی آمد ہے۔ ساتھ ہی زبان کی صفائی، سلاست اور
روانی بھی کلام کے خاص جوہر ہیں۔ وہ بلند خیالات کو بھی بڑی صفائی سادگی
اور دل کشی سے ادا کرتے ہیں۔

اک تو ہی نہیں، میں بھی ہوں، ان آنکھوں کا مارا لے اہل نظر زکس بیمار سے کہہ دو
بہا میری آنکھوں میں تو اس قدر کہ تجھ بن نظر کچھ نہ آیا مجھے
وحدت ایسی ہوئی ہے جلوہ نما ایک ہے، سو ہزار، آنکھوں میں
کروں کیا بیاں میں ہم نشیں، اثر اس کی لطف نگاہ کا

کہ تعینات کی قیاس سے مجھے ایک دم میں چھڑا لیا
مجھے چین خواب عدم میں تھا، نہ تھا زلفِ یار کا کچھ خیال

سو جگا کے شورِ ظہور نے، مجھے اس بلا میں پھنسا دیا
اور چھوٹی بھروں میں روانی و سادگی کے ساتھ ساتھ شدت تاثیر اور زبان
کی حلاوت میر تقی میر کی یاد دلاتی ہے۔

مبارک رہے تجھ کو وا عظم بہشت میاں! ہم تو طالب ہیں دیدار کے
عجب کیا جو تشریف لاؤ ادھر عیادت کو آتے ہیں بیمار کے
بہا میری آنکھوں میں تو اس قدر کہ تجھ بن نظر کچھ نہ آیا مجھے
کچھ نہیں کھلتا مجھے "میں کون ہوں؟" صورتِ حیرت ہوں یا شکلِ جنوں
حمد و مناجات کے بیان میں ایک خاص وارفتگی کی کیفیت نظر آتی ہے
اور ایسے مواقع پر اظہار جذبات کے لئے حضرت نیازؒ نے بے ساختہ تکرار الفاظ

۵۱	دیوان نیاز مطبوعہ نو کثیر ۱۹۳۶ء صفحہ ۵۳	۵۲	دیوان نیاز مطبوعہ نو کثیر ۱۹۳۶ء صفحہ ۵۶
۵۲	" " " " " " " " " " " "	۵۳	" " " " " " " " " " " "
۵۳	" " " " " " " " " " " "	۵۴	" " " " " " " " " " " "

شام منم، سحر منم، شمس منم، قمر منم
 ایں ہمہ بحر و بر منم، ویں ہمہ خشک تر منم
 در ہمہ جلوہ گر منم، من نہ منم، نہ من منم
 قطرہ منم، گہر منم، من نہ منم، نہ من منم
 کافر عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں
 چھوڑ کر سینہ، شاید آیا ہے
 شنیہ ام بہ صم خانہ از زبان صم
 بہ لبستان تجل گل عذارے کردہ ام پیدا
 حضرت نیاز بڑے ہی قادر الکلام اور "فصح البیان" شاعر تھے جس کا اعتراف
 اور احساس انھیں خود بھی تھا اور اپنی "فکر رسا" کا ذکر بھی انھوں نے خود کیا ہے
 کھلاک غزل اور بھی ایسی کہو
 رکھے ہیں نیاز یہ اہل دل تھے شعر سننے کا استیاق
 لیکن جلد ہی انھیں یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ "شعر و سخن کے جوڑ توڑ" پیدا
 کرنا ان کا مسلک نہیں بلکہ "ذکر و فکر" میں گم گشتگی ہی ان کا مقام ہے
 عبث ہیں شعر و سخن کے جوڑ توڑ نیاز
 لیکن ذکر و فکر میں مستغرق رہتے ہوئے بھی سنگلاخ زمینوں سے بے تکلفانہ
 گزرتے ہوئے نظر آتے ہیں
 کس پیار کی نگاہ کا دل میں لگا خنک
 مرگ حیات اپنی ہوئیں دونوں ایک ننگ
 حرص و ہوائے نفس ہے زنجیر پائے دل
 پاتا نہیں نجات کی تدبیر انھی نجات

۴۵ دیوان نیاز صفحہ ۵

۴۶ " " " " ۸

۴۷ " " " " ۵۰

۴۸ " " " " ۳۵

۴۹ " " " " ۳۶

۱۵ دیوان نیاز صفحہ ۳۳

۱۶ " " " " ۳۹

۱۷ " " " " ۳

۱۸ " " " " ۳۴

۱۹ " " " " ۳۵

شکر غم آ پڑا، اقصیم دل پر ٹوٹ ٹوٹ یاں نیرائے الاماں تھی، واں صدائے ٹوٹ ٹوٹ
 ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی الفاظ کو اضافت کے ذریعہ جوڑنا اہل زبان
 کے نزدیک معیوب سمجھا گیا ہے مگر شاہ نیاز نے اسے اس خوبی سے نبھایا ہے کہ بسیا ختم
 داد نکلتی ہے اور یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس جگہ دوسرا لفظ لایا جانا کوئی
 دوسری ترکیب بندش ممکن ہی نہیں ہو سکتی ہے اسلئے اگرچہ خلاف اصول قواعد
 ہے لیکن ایسا بر محل، بے ساختہ اور غیر ارادی استعمال ہے کہ جس کی مثالیں
 دوسری جگہ ملنا مشکل ہے۔

حضرت نیاز کے کلام میں ہندوستانی فضا اور ہندوستانی رنگ و بو
 ہے۔ انکی تشبیہات بھی اکثر ہندوستانی ماحول کی ترجمانی کرتی ہیں حالانکہ وہ
 خیال ہندی کے قائل نہیں۔

غزل کہو تو کہو ملک خیال ہندی چھوڑ	نیاز شعر خیالی نہیں پسند عوام
عاشق مولا ہوا "چاند کا جلیبے چکڑ"	عشق کے میدان میں آ، صورت انسان بنا
رہ جائے اچک، اور کرے رفتار فراموش	گر "گبک دری" چال بانگی یہ دیکھے
تارنگہ چشم ہوساک سے باندھے	"جوڑے" کو جو وہ نازیں، باندھے تو بے لازما
چکڑ ہی میں رکھتا ہے سدا مچاک سے باندھے	"مائی" سے ہماری وہ بنا کر کے "بگولے"
بس شب کی شب گئے "سے" اور پھر کجرم "چل"	دنیا سراپسی نہیں، آکر جہاں رہ جائے

"وحدت وجود" یعنی "ہمہ دوست" حضرت نیاز کا خاص موضوع سخن ہے
 ان کے اردو اور فارسی کلام میں جا بجا وحدت وجود کے خیالات بکھرے ہوئے

۴۵	دیوان نیاز صفحہ ۴۵	۴۵	دیوان نیاز صفحہ ۴۵
۴۸	" " " " ۴۸	۴۶	" " " " ۴۶
۵۵	" " " " ۵۵	۵۵	" " " " ۵۵

میتے ہیں اور یہ مسئلہ صوفیانہ شاعری کی جان ہے۔ اسی مسئلہ کے ذکر و بیان سے صوفیانہ شاعری میں ذوق و شوق، جوش و خروش، سوز و گداز اور زور و اثر پیدا ہوا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے وحدت وجود کی تشریح کے سلسلے میں ایک تمثیلی حکایت لکھی ہے کہ کسی نے جنگبگو سے پوچھا کہ ”تم دن کو کیوں نہیں نکلتے؟“ اس نے کہا ”میں تو دن رات ایک ہی جگہ رہتا ہوں، لیکن آفتاب کی روشنی کے ہوتے میں لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ یہی حال تمام عالم کا ہے کہ خدا کی ہستی کے مقابلہ میں ان کا وجود اہل حال کو نظر نہیں آتا۔“ وحدت وجود کی تعریف دوسرے لفظوں میں یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ جس طرح کسی تیز روشنی کے سامنے کمتر درجے کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اسی طرح خداوند تعالیٰ کے وجود کی روشنی کے آگے غیر خدا کا وجود بے حقیقت اور اس کی ”روشنی“ تاریکی معلوم ہوتی ہے وحدت کے اس تصور کو ”وحدت شہود“ کہتے ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسی کو جا بجا اپنے مکتوبات میں ثابت کیا ہے۔

رفتہ رفتہ ”وحدت شہود“ کا تصور ”وحدت وجود“ کے تصور میں تبدیل ہو گیا۔ یعنی کہ درحقیقت خدا کے سوا کوئی اور چیز سرے سے موجود ہی نہیں یا بالفاظ دیگر جو کچھ اس جہان آب و گل میں موجود ہے۔ سب خدا ہی ہے۔ گویا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کا مظہر تجلی ہے۔ بقول شبلی نعمانی ”تمام عالم شاہد حقیقی کا جلوہ ہے، یہ جو کچھ نظر آتا ہے، اس کے کرشمے اور ادائیں ہیں۔ ایک رُوح ہے جو تمام اشیاء میں ساری ہے، ایک نور ہے جس سے تمام فضا بے ہستی روشن ہے، ایک آفتاب ہے جو ہر ذرہ میں چمک رہا ہے، ہر چیز خدا ہے۔ تمام عالم اس کے اشکال گوناگوں ہیں۔ ایک ہستی مطلق، عام بھی ہے، خاص بھی،

مطلق بھی، مقید بھی، کُلی بھی، جُزئی بھی، جوہر بھی ہے، عرض بھی، سیاہ بھی ہے۔
سفید بھی^{۱۵}۔

حضرت نیا ز نے اٹھارھویں صدی عیسوی میں اس نظریہ کی اشاعت
میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور ان کے کلام کا بیشتر حصہ اسی رنگ میں رنگا
ہوا ہے۔

جز خدا نیست دیگرے موجود من تو حیلہ و بہانہ اوست^{۱۵}
ذات حق خورشید ابرایمان مارا ذات اوست تابش ذرات ما از عکس اشرفات اوست^{۱۶}
معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا از ماہ تابہ ما ہی سب ہے ظہور تیرا^{۱۷}
نیرنگیوں سے یار کی حیراں نہ ہو جیو ہر رنگ میں اسی کو منو دار دیکھنا^{۱۸}
جسے ذات بے رنگ و بے چوں کہیں ہیں بہر رنگ جلوہ کناں دیکھتا ہوں
ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا سو وحدت کا دریا رواں دیکھتا ہوں^{۱۹}
ز صحنہ رخِ خواہاں ہی منو در قم کہ خط و خال رخ و زلف پر شکن ہمہ اوست^{۲۰}
ز سر عشق چو واقف شوی یقیں دانی کہ قیس لیلیٰ و شیریں کو یکن ہمہ اوست^{۲۱}
اگر ز قیدِ تعین بروں شوی چو نیاز نظر کنی کہ دریں زیر پیرہن ہمہ اوست^{۲۲}
کہیں کہیں تو حضرت نیاز کی زبان راز دروں پردہ کو فاش کرتی ہوئی نظر
آتی ہے۔

رتبہ اش عالی ست از بدن دریں کون و مکان ہوا عجب مستم کہ ہم در ہر مکان می بینمش

۱۵ دیوان نیاز صفحہ ۸

۱۶ شعرا العم حصہ پنجم صفحہ ۱۲۳-۱۲۴

۱۷ " " " " ۲۲

۱۸ دیوان نیاز صفحہ ۹

۱۹ " " " " ۵۰

۲۰ " " " " ۴۵

۲۱ " " " " ۱۰-۹

گاہ صفا ہوش و عاقل، واعظ و عالم شود
گاہ باناز و ادائش شوخ و شنگ دل ربا
گرچہ پوشد کسوت بسیار در رنگ ہزار
عین دریاست حجابم بہ نگاہ تحقیق

گاہ مست اندر سر پیر مغاں می بنمیش
در لباس کل رجاں خوش نوجواں می بنمیش
لیک من اورا چو یک نام ہماں می بنمیش
ورنہ ایں قطرہ چرا شورش دریا می کرد

خدا اور کائنات کے وجود کو ریاضی کی مدد سے اس طرح حل کرتے ہیں کہ
جو تعلق ایک اور دوسرے اعداد میں ہے وہی خدا اور کائنات میں ہے۔
تعیینات کے نقطوں سے کثیر اُحد وہی ہے ایک، یہ دس، سو، ہزار، لاکھ، کروڑ

”وحدت ادیان“ صوفیوں کا خاص نظریہ ہے اور اسی نظریہ کی تبلیغ کے
ذریعہ محبت کی عام تعلیم دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کے معتقدین
میں بلا تفریق مذہب و ملت ہر طبقہ کے لوگ شامل رہے ہیں اور آج بھی تقصیب
لا مذہبیت، بے دینی اور نفرت کے دور میں بادۂ تصوف کے سرشاروں میں ہندو
مسلمان، سکھ اور عیسائی ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگ نظر آتے ہیں۔ حضرت
نیاز کے فارسی اور اردو کلام میں جا بجا ”وحدت ادیان“ کے خیالات نظر
آتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ اگر تمام مذاہب کے ماننے والے بادۂ توحید
سے سرشار ہو جائیں تو باہمی نفرت و عناد کی بنیادیں ختم ہو جائیں اور محبت
کی عام فضا پیدا ہو جائے۔

ہفتاد و دو ملت کی ہو تکرار فراموش
ایک جڑ سے ہیں یہ نکلی ڈالیاں سب جھوٹ

گر بادۂ توحید پیس اہل مشارب
یہ سب دیان و ملل ہیں شاخ ہائے یک درخت

جورب الحرم ہے، صنم بھی وہ ہے حرم، دیر میں اکیساں دیکھتا ہوں
 اسے برہمن اُسے شیخ مانے یہ آپس کا جھگڑا یہاں دیکھتا ہوں
 دیکھ کر نیرنگیاں تیری اسیران ملل ملت مذہب کی قیدوں سے کئے ہیں چھوڑ چھوڑ
 وحدت ایسی ہوئی ہے جلوہ نما ایک ہے، سو ہزار آنکھوں میں ہے
 عشق و محبت کا درس تو ازل ہی سے مل چکا تھا اسی لئے یہ مشغلہ

ساری زندگی جاری رہا ہے
 درازل شغل دم عشق تباں می بودہ است
 اور عشق کیا ہے؟ حضرت نیازؒ کی زبان سے سنئے
 پر تو ہر قدیم ست، این مہتابان عشق جلوہ نورِ کلیم ست، آتش سوزان عشق
 وہ عشق کے ملت وائین کو تمام دوسرے ملل و مذاہب سے بہتر سمجھتے
 تھے اور اسی لئے زندگی بھر جادہ پیمائے طریق عاشقی رہنا پسند کیا ہے
 ملت وائین عشق از جملہ ملتہا نکوست
 اور ”عشق کے دیدہ حیراں“ نے انھیں جو جلوے دکھائے، خرد کی
 چشم ادراک انھیں دیکھنے سے قاصر تھی
 چشم ادراک خرد را بہرہ نبود نیاز
 از تماشائے کہ بند دیدہ حیران عشق
 حافظ شیرازی کہہ گئے ہیں
 ہرگز نہ میردا نکہ دلش زندہ شد عشق
 ثبت است بر جریہ عالم دوام ما

۴۴ دیوان نیاز صفحہ ۴۵

۴۵ ” ” ” ”

۴۶ ” ” ” ”

۴۷ دیوان نیاز صفحہ ۵۰

۴۸ ” ” ” ”

۴۹ ” ” ” ”

۵۰ ” ” ” ”

ہے اور ہر جگہ استعمال بھی خوبی سے کرتے ہیں۔ ساتھ ہی عربی جملوں اور فقروں کے بر محل نظم کرنے پر بھی عبور حاصل ہے۔

”بے تعین“ بود کنیز مخفی“ اندر کنج غیب“
 ”بے تعین“ آمد آں گنجینہ اسرار ما
 مست مئے ناپ تو بہ ہوش آمدنی نیست
 لا ینحس من کاسک من کان سکا
 ہر قطرہ اشکے کہ فرور بختم از چشم
 قہ کان من القلب مداما وصال
 اگر دانی کہ ہر شے ”ہست“ کاشیعی
 بد اں کہ ہر مکاں ”ہم“ لامکاں ”ہست“
 لیس فی شوق الحقیقہ من متاع غیج
 لیس من دون الفنا حبس علی کماں عشق
 در شوق جمال او، یک دل شد و یک رو
 ”لا واحد الاھو“ می گویم و می رقصم
 جلوہ گاہ ذات ہیں در منظر ایوان دل
 عرش ”سلطان وجوب“ ایں کرسی امکان دل
 ”محیط عالم“ و ”مرکز“ نشینم
 خط از دست لغزیدن نہ دارم
 نہ می داند طبیب آزار مارا
 و ماینجو بمنحاج و قانون
 یہ اشعار بھی دا من نگاہ و دل کو کھینچنے کے لئے کافی ہیں۔

جگر آتش، دل آتش، سینہ آتش، دیدہ ہا آتش

بایں ہر چار آتش کار و بارے کردہ ام پیدا

چرخ بایں ہمہ بے بہری و بے داد گری
 بر سر کشتہ جور توجہ ہیہا می کرد
 شہہ فرمان کسے جان و دل و ایمانم
 کہ مدام از سر لطاف تقاضا می کرد

۵۲ دیوان نیاز صفحہ ۶

۵۳ ” ” ” ” ۱۸

۵۴ ” ” ” ” ۱۹

۵۵ ” ” ” ” ۲۸

۵۶ ” ” ” ” ۱۳

۵۷ دیوان نیاز صفحہ ۳

۵۸ دیوان نیاز صفحہ ۷

۵۹ ” ” ” ” ۱۹

۶۰ ” ” ” ” ۲۱

۶۱ ” ” ” ” ۳

خیال زلفاں بہت نشہ ام از کفر و دیں بیشکست

نہ من تسبیح می خوانم، نہ ز نار آرزو دارم

حران ما بہ دور تو مساقی برائے چہیست در قیمت سے تو دل آیا نہ دادہ ایم؟

منہ پروانہ وہم شمع و ہم سوز بہ گرد غیر گردیدن نہ دارم

حرفیست جہاں از ورق دفتر علم من نسخہ جامع عجبے طرفہ کتابم

یا الہی زور قی گردوں سنبھال بے طرح اُٹا ہے یہ طوفان اسکت

جھکتا نہیں یہ دل طرفِ قبلہ عالم محرابِ خم ابروئے دلدار سے کہہ دو

دیوان نیاز میں فارسی، اردو غزلیات کے علاوہ چند مختصر مثنویات

مستزاد، تضمین، حمد، مناجات، اور منقبت کے نمونے بھی موجود ہیں، مثنوی

میں نیاز کی صفائی زبان اور روانی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جا بجا

عربی اشعار بھی ملتے ہیں اور آخر میں ہندی کلام کا نمونہ بھی موجود ہے۔

پیش نظر دیوان میں صحت و درستی کے ساتھ ساتھ دو ایسی غزلیں بھی

شامل کی جا رہی ہیں جو ”دیوان نیاز“ کے قدیم ایڈیشنوں میں شامل نہ تھیں

یہ دونوں غزلیں چمنستان بے نظیر جلد دوم مطبوعہ ۱۹۲۷ء (باردہم) اور

مجمع الاشعار مطبوعہ ۱۸۹۶ء (بار ہشتم) نو لکھنؤ میں موجود ہیں۔

❖

دیوان فارسی

غزلیات :- ردیف الف

(۱)

اے غنی ذات تو از اقرار و زانکار ما
نئے بہارت مہستی ما، نئے خزانہ نسبتے
کنز مخفی بود اندر غیب مطلق ذات تو
رنگ برنگی سب اصل رنگہائے رنگ رنگ
ہستیّت خود بجز موج ست ناپیدا کنار
ما کیا نیم از خودی در حضرتت دم بر ز نیم؟
عین مہستی خود توئی، پس از تو چوں منکر شویم؟
کئے رسد شاہین فکر اندر ہولے اوج او؟
از چہ رُود دست نگہ تا پایہ کنہیت رسد؟
کئے رسائی یا بداند حضرت تو چوں چند؟
فرض کردم کہ حجاب نور ظلمت دور شد
خارج از عقل قیاس و ہم جملہ خاص عام
نئے یکے گنجد در آں جا، نئے ددی گفتن و

بے نیاز از ما و از پیدائی و اظہار ما
لے بہارت بے تعلق از گل و از خار ما
نام ما آں جا کجا بود و کجا آتا رہ ما؟
نور بے رنگی بہ از نیرنگی انوار ما
قطرہ باشد یا نمی زراں بجز ایں زخار ما
لئے اکم از کم روبرویت ایں ہمہ بسیار ما
حجت مہستی توست، ایں مہستی انکار ما
بے پرو بال ست آں جاپا کر طیار ما
تاب دیدارت نہ دارد دیدہ بقہار ما
گر چہ زیں ہارونق ست و گرمی بازار ما
در حریم قدس تو ممکن نہ باشد بار ما
دور از حدیے کہ باشد حیطہ افکار ما
بسکہ عالی ہست ز اطلاق کم و بسیار ما

نسبت تنزیہ و تشبیہش نمودن ناسزا بہت
اعتبارات و اضافاتے کہ آید بر زبان
عین اور اکیست عاجز ماندن از ادراک
حیرت اندر حیرت آمد، حیرت اندر حیرت
گنگ می گردد زبان اہل عرفان میں مقام
دادہ ام از ذات احدیت نشانت لے نیاز
چشم دل بکشاؤنا بر معنی استعارہ ما

(۲)

لے نہاں در کج غیب، از دیدہ ابھارا
خود نقاب رُفے اُو و ما نیم و دیگر ہیچ نیست
گر بہ ہفتاد و دو ملت جام و حلا در دہد
در مقامے گر نماید رُفے خود بے پردہ
بر لب جوئے جہاں با ساز و برگ تازہ
چشم مار ایک نگہ بر ز کس مستش فتاد
چوں بہ گوش آمد صدائے نغمہ قول "الست"
در شناسائی چناں آید مرغ زیبائے او
رُفے خود یک رُوست گوینم اور اصد ہزار
رای و مرآت مرا، جھلکی یک ذات اوست
خود توئی ناظر، توئی منظور، جان جہاں

نہست جز تو کس عیاں در کوچہ و بازار ما
گر باند روز و رُوش، گم شود آفتاب و ما
دور گردد اختلاف این ہمہ تکرار ما
کے باند دین و کفر و سبھ و زُتار ما
ہر زمان آید خراماں سر و خوش رفتار ما
بے خود و دیوانہ شد، فرزانہ ہشیار ما
می زند بانگ بلے ہر ریشہ و ہر تار ما
تاب دیگر می دہد، ہر لحظہ بر انظار ما
موجب کثرت بود آئینہ بسیار ما
عقل حیراں ست در صفت گرمی یار ما
پس چرا با شمی نہاں، از دیدہ انظار ما

مہتیت بالے ست برگنج جمالش لے نیاز
گنج می آید بہ دست، از کشتہ گردد ما

(۳)

خود تجلی کردہ بر خود آں بیت عیار ما
مقتضائے حسن باشد جلوہ گر بودن بخود
یارب آں رو نور تاباں مستیا افسون و سحر
موئے او کیسویں مشکلیں ست یادگانِ عطر
حسن خود نہ گذاشت تا بید بسوئے ماسوا
بس کہ مجمل یک نگاہے سوئے ماہم کردہ بود
مخفی در ذات او بودیم چوں روغن بہ شیر
از ازل چوں برق بگذشت از رو ملکِ ظہور
بود شاخ و برگ و گل در تخم ذاتش مندج
بے تعین بود کنیز مخفی اندر کینغ غیب
جلوہ نوری نمود و نور احمد نام داشت

شاہد دے خود آمد یار گل رخسار ما
مہر و مرد آئینہ ہیں شاہد گفتار ما
کز طلسم جادویش دیوانہ شد ہشیار ما
شد پیر از بوسے دل آویزش سیر عطار ما
تا بیاید سوئے ما آں یار خوش رفتار ما
گوز استنار نہ کردہ رو با ستحضار ما
بہر خود می دید، آمد بر سیر اسرار ما
دید بالا جمال نقد و حبسِ این بازار ما
در تماشائے خودش شد سیریں گلزار ما
در تعین آمد آں گنجینہ اسرار ما
پس بود احمد احوال از دوراں گفتار ما

از تعین اول و وحدت بیانے کردہ ام
اے نیاز آرد بہ گوش این گوہر شہوار ما

(۴)

ہرستانِ تجمل کُل عذارے کردہ ام پیدا
قیامت قائمے، بالا بلائے آفتِ جانے
نگاہے کافرے، ز اہد فریبے، عشوہ پرداے
جوانے، نکتہ دانے، طبع موزونے، سخن بچے
بیاجانہ! تماشا کن چراغانِ تن سوزاں
جگر آتش، دل آتش، سینہ آتش، دیدہ آتش

سرا پا دل کشتے، رنگیں نگاہے کردہ ام پیدا
بہتے، غارت گردیں، سحر کالے کردہ ام پیدا
عجائبِ دل بائے، طرفہ یائے کردہ ام پیدا
سر دیوانِ حُسنے، خوش شعائے کردہ ام پیدا
بر داغستانِ دل رنگیں بہائے کردہ ام پیدا
بہاں ہر چار آتش کار و پلکے کردہ ام پیدا

گذار کاروانِ تختِ دل از سینه می جستم
دل و جان را عزیز از بہر کن ارم کہ بہاں را
رہش از دیدہ خونبار بائے کردہ ام پیدا
بہ گردِ رُسے جانان جانِ نکلے کردہ ام پیدا
سر و سامانم از عجز و نیاز و بے خور و خوابی ست
بہ زورِ ناتوانی حالِ زارے کردہ ام پیدا

(۵)

بہ ملکِ ہستی خود شہرِ یائے کردہ ام پیدا
بہ افکندم نقاب از رخ . رہا کردم تعین را
بہ لغزش بودم از بہر پائی پائے تنِ خاکی
بہ معیارِ ریاضتِ نقدِ ہمت را نکودیدہ
ز دمِ صد چاک بر کوہِ دلم از تیشہ محنت
پُر از دُرِ ہائے شہوار ست اما نم بجد اللہ
عزیمتہا ہی کردم کہ شیطان بر طرف گردد
بہ صیدِ ماسِ شاہینِ ہمت کے فرود آرم ؟
مکانِ لامکانِ ارم . نشانِ بے نشانہاں
شناور ماندم اندر بحرِ جہت جوئے یک عمر
شکارِ دن درونِ بحر . بجدِ سخت مشکل بود
بہ بازوئے نیاز و عجز کارے کردہ ام پیدا

(۶)

امشب آنست کہ زد حلقہ جہاں برد را
در شبستانِ جہاں بر منطِ سمیع سحر
نیرِ نورِ خدا کرد طلوع از بر ما
بے فروغ ست مہ چارہ با اختر ما
قلزم دیدِ حقیقت شدہ چشم تر ما
چکہ از ابرِ مجازم رشتاںِ تحقیق

زاهد اجمام طہور اپنے فردا بردار!
نظر حضرت عشق ست بہ سوسے فقرا
آوج گیرائی ماہیں، کہ فضائے ملکوت
فکر ہر کس نہ رسد مغز سخن رائے دل!

جرعہ نوش کن این دم ز مئے ساعر ما
کہ نہاد افسیر شاہی جہاں بر میرا
جملہ در سایہ شد اندر تہ بال و پر ما
نگہ شیشہ گراں کرد کجا گو ہر ما؟

تانیاز از خودی خود بری، سوزاں باش
ہم چوں اسپند بہ آتش کدہ مجہر ما

(۷)

دی پائے بند دین مجازی بدیم ما
اسلام را گذاشتہ در عشق آں صنم
از تابہائے اشو، حسن و جمال یار
صد شیشہ تو ہم کثرت شکستہ ایم
ذات و صفات ما ہمہ منسوب سوائے است
پیدا است میر عشق ز بطن بطون من

این دم، قدم بہ کفر حقیقی زدیم ما
مسجد خراب کردہ بہ دیر آبدیم ما
از پائے تابہ سر ہمہ آتش شدیم ما
تا گشتہ در معارف حق، او حدیم ما
از بہر جہت بہ ہر جہتیش مسندیم ما
از بہر طفل معرفتش والدیم ما

بیباک گشتہ ایم ز شور جہاں نیار
دست از خودی فتانہ ز خود بے خودیم ما

(۸)

دین مغان گرفتہ و خوش کافریم ما
از فرقہ ہائے تفرقہ خود منکریم ما
دانا کشیم و دشمن عقلم با یقین
رندیم و بے خودیم و ز خود آستانہ ایم
از جلوہ ہائے حسن بہ چشم نگاہ دل

مستیم و می کشیم و ز خود می ریم ما
با جمیع اہل جمع موافق تریم ما
کردن زن تن و دل و جاں پروریم ما
و ز خطرہ ہائے وہم، صفا خاطریم ما
در سخت حیرتیم و بلا، شستہ ریم ما

از تابش شعاع جمال و جلال یار آتش گرفته از کف پاتا سریم ما
 با کے زپڑ سران خیام نیاز نیست
 جاں را بہ کف ہناده و خوش بے سریم ما

(۹)

بہ مراآت جہاں بنود جاناں رُوئے زیبارا بہ رنگے یگر و شانِ دگر، ہر پیر و برنارا
 انیس اہل ایماں ہم شدہ ہم یار بے دیناں بنائے کعبہ را ہم ساخت، ہم دیر و کلیدارا
 بہ پستِ پارسایاں بار تقویٰ بہنادرست بہ جانِ بے کساں انداخت جہر جامِ صہبارا
 بہ نورِ آفتاب رُوئے او، ہر ذرہ تاباں شد نہ تنہا ماہِ کنعانی کہ بنودہ ز لیخارا
 بہ قوئے فخر فقر و خاکساری کرد آوزانی بہ جمعے تاجِ فغوری و جاہ و حشمت دارا
 بہ ہر ملکے دگر را ہے ورسمے دیگرے دارد بہ ہر طرفے معین ساختہ افواج اسارا

نیاز از فیضِ جودِ اوست پر معمورہ عالم

کہ از تحتِ شریٰ بنواخت تا فوقِ الشریا را

الایا ایتھا السّاقی بہ نوشاں جان مے مارا کہ نشا سم زدہ ہوشی سر از پا در سر پارا
 سراپا بے خودم گرداں، ز قیدِ ہستیم برہاں چہ در بندِ خودی خودیافتہم جملہ بلا ہارا
 بلائے بند ہستی سخت عقدِ مشکلی دارد کہ مشکل می نماید حل ز دل بر پیر و برنارا
 دریں مشکل کشائی باز جہکت چہ کار آید؟ نہ می بینم توانائیش الا جامِ صہبارا
 بیاؤ جلوہ گر شو بر دلم لے راحت جام و گر پسند بر من وعدہ امروز و فردا را
 سر بردل بہ ملک تن، ہتیا دام او لیکن گزیرے نیست گر ناید پسنداکں شاہ زیبارا
 بہ پروا یم چہ پروا است کں کس اکسے پروا نہ یارم در جنابِ وست نے یار است پروارا
 ہنادی داغ اندر سینہ ہتاپ ست افزار برا فکندی ز عارض چون نقابِ لف و تارا

لے اشارہ ہے حدیث نبویؐ "الفقر فحزری" کی طرف (مرتب)

چہ بے صبری ست یارب، وچ بیتابی کہ من ام
مبادا میں حالتہم ہرگز بہ قسمت گہر و ترسارا
بہ شہلے فراقی تو، در و دران ہجوری
اگر بیند مرا صد پارہ گردد سینہ خارا
نیاز و انکسار و عجز من از حد گذر کردہ
بدہ یک ذرہ باری بہ درگاہ خود م یارا

(۱۱)

بیالے ساقی زیبا و پُرکن جام صہبارا
پیاپے دہ بہ ماؤ، بے خبر گرداں ز خود مارا
جمال حسن روئے خود بہ مشتاقان خود ہما
برا فگن از رخ عارض نقاب لہ دو تارا
گداو بے نواہیم بے سرو برگشت سامانم
نہ خواہم ملک اسکندر نہ جاہ و حشمت دارا
غم ہجران مرا گشت و قیامت بر سرم آورد
بنا، بنگر بہ حال ما و بنشاں فتنہ برپارا
شب نگور اندا ندر چشم من در حال مخموری
بہ حبیبک سماں دیدیم چوں عقدِ ثریا را
بہ گو شمع کئے کند جا و عطر و پند اعظ و ناصح؟
کہ درمستان نہ باشد قدر و عزت مرد و نادارا

نیازا ندر طریق خاکساری خوش و اں می باش
شعر و دل دارت خرم، گر سخت ست چوں خارا

(۱۲)

بس جامہ خوں، گشتہ ستمشیر حفا را
پیرا من سرخ ست الباس شہد ا را
یک ناخن دیدہ چرخ ست مہ نو
نظارہ گہ ابروئے خمدار نتارا
اندر بغل آوردہ ام اینک دل بریاں
تا با سنگ کوئے تو کنم پیش مدارا
گیسو ست بہ روئے تو، و یا شب بہ رخ روز؟
یا اسود زنگیست بہم ترک نما را
مست مئے ناب تو بہ ہوش آمدنی نیست
لا یخیر من کاسیک من کان سکاسا
چوں شمع سراپا بہ سر گر یہ و آہم
روزے بہ تماشائے رخس جوش زدم من
من قارک قدحون و فاتا و مبخاسا
روزے بہ تماشائے رخس جوش زدم من
أَجْرَتِ مِنَ الْعَيْنِ عُيُونًا وَ بَنَارًا

ہر قطرہ اشکے کہ فرور بختم از چشم
چوں دید سر شکم شفقی گفت "بیاراں"
نہیں پیش کسے چوں تو بدیں نکتہ دیدست
یارب چہ کنم چارہ خود پہنچ نہ دارم
قد کان من القلب مداما و منال
ہاں دو کنیداں کس پر مکرو دغا را
دزدیدہ نگرا زلفت من رنگ حنا را
ایں زندگی تلخ بہ من نیست گوارا
رحمت بہ نیاز اے شہید ادرستم گر
تا کئے نہ وہی داد بہ فریاد گدرا

(۱۳)

اے دل بہ گیر دامن سلطان اولیا
ذوقِ دگر بہ جام شہادت ازورسید
چوں صاحب مقام نبی و علیؑ ست
آئینہ جمال الہی ست صورتش
یعنی حسین ابن علیؑ جان اولیا
شوقِ دگر بہ ہستی عسرفان اولیا
ہم فخر انبیاء شدہ ہم شان اولیا
زاں روشد ست قبلہ ایمان اولیا
گوئے سبق ربودہ زمیضان اولیا
سیمائے اوست شمع شبستان اولیا
دار دنیا ز حشر خود امیر باحسین
با اولیا ست حشر محبان اولیا

رَدیف "ت"

(۱۴)

عشقت آست کز و نام و نشانم باقی ست
گوہر ہستی من گرچہ حباب آساہست
محفلی ساغر و مئے مطرب و نئے اسیر گشت
گرچہ فانی شدیم ذکر و بیانم باقی ست
ذات حق کان من و بجز روانم باقی ست
مستی و وجد دلِ رقص کنانم باقی ست

شعله نور قدم بردلای طورم تا بید
سو ختم، خاک شدم، سوزش جانم باقی ست
گر نه ساندیم دریں دیر چه باک ست نیاز
کز ازل تا به ابد جان جهانم باقی ست

(۱۵)

رفتم اندر تهر خاک، انس بتانم باقی ست
عشق جانم بر بود آفت جانم باقی ست
سرو سامان وجودم شرع عشق به سوخت
زیر خاک سیر دل سوز بهانم باقی ست
کاروانم همه بگذشت ز میدان شهود
هم چون نقش کف پا نام نشانم باقی ست
هستیم جلد خیال ست به تمثال سراب
با یقین من نیم دو هم و گمانم باقی ست
طلعه فاتحه از خلق نه داریم نیاز
عشق من از پس من فاتحه خانم باقی ست

(۱۶)

خیال دوست در دل آں چنان است
که عالم جلد در چشم نهان است
اگر خواهیم که بینم خویشتن را
همی بینم که جانانم عیاں است
به بین در صورتی با چشم حقیق
حقیقت را مجازم ز دباں است
وَجُودُ الْكُلِّ عِنْدِي فِي بِنَايِ
منوده ماسوا و هم و گمان است
بلائی هستی ست این عالم آشوب
عدم شهرے ست کو دارالامان است
اگر دانی که هر شیئی هست "لا شیئی"
بداں که هر مکان هم لامکان است
دلا! سیر حقیقت کس نداند
لگر صاحب دے کو رمز داں است

نیاز این گفتگو از من بپندار
کز گفتار نائے راز باں است

(۱۷)

یار مارا ہر زماں نام و نشانے دیگرست
در ظلم خلق برگنج رخس گیسوے او
راہِ او از طالبِ دُنیاے دُون کُسر شود؟
من نہ تنہا جانِ فانی پیشِ جاناں کردہم
از اسیرانِ ہوائے حُورِ جنتِ نیستم
فارغ از سود و زیانِ دین و دنیا گنستہ ام
دیدہ بردیدارِ جاناں است مارا دمدم
بندہ عشقم نہ دارم آرزوے نام و ننگ
مُریغِ جانم کئے فرود آید زستانِ ارم
من جہانے غیر ازین ہر دو جہاں نگزیدہ ام
جسم و جانِ کاللاں بنودِ مثالِ ناقصاں
فیضیاب از بارگاہِ شیخِ عبدالقادر م

سیرِ عشقش در بیانِ کس نیاید اسے نیاز

ایں چنین اسرارِ شرح و بیانے دیگرست

(۱۸)

دے کہ صانعِ تقدیر طینتم بہ سرشت
بہ لوحِ طالع ہر کس نوشت کردارے
درونِ سینہ من رہے ہوئے خود آراست
بہ نورِ آتشِ ہر شِ دلمِ فروزاں شد
زرنجِ راحت و مہستی گذشتہ درجائے

سرشتِ خاکِ مرا با شرابِ صافی چشت
بہ سر نوشتِ من بندہ نقشِ عشقِ نوشت
بہ راہِ کعبہ روم نے کلیساؤں کشت
بہ رنگِ لعلِ برآمد بہ سوختنِ انگشت
رسیدہ ام کہ درآں جانہ دوزخ و نہ بہشت

نیاز را به مقامی که حق عطا فرمود
برابرست در بے بہا و ریزہ ریزہ

(۱۹)

مبارک بادت لے دل بگشت بنیادیدہ کورت
عجب کیفیتے دار و نگاہ ناز مخمورش
قیامت غفل غوغاست در جوش و خروش تو
برآمد ہر چہ از دل بریاں با فاش گولے دل !
چو رفتی از میاں پس خود گشتی "انا الحق" زن
جواب بہت اترنی "لکن ترا نی" نشود ہی
نیاید در نگاہ تو بجز آن حسن بے رنگی
چو خورت حقیقت شد بروں از مطلع جانت
نتر بے خوردی از جام لب یار شکر خائے
نہ باشد گر عبادت خالصا للہ لے از ایدہ

نمایاں شد بہ ہر صورت یار کو صورت
کہ درستی و مدہوشی در آید جان مجھورت
کہ یک سر گوش عالم پر شد از ہائے و ہائے شورت
کہ ہستیاں برائے بے ہستی دارند معذورت
کہ شد پیوند جان و دل و حال منصورت
بہ عشق آتشیں روئے بہ شد سوزان تن طورت
بہ ہر جانب کہ بینی، باشد آن دلدار منظورت
مبدل شد بہ روز روشنی، بہ ہلکے دیجورت
سلامت یافت از تلخی ہجران جان رنجورت
بہ گو حاصل چہ باشد عاقبت زین جنت خورت

چہ تاب آرد حد و تیرہ، بر بے نیاز دل !
فروغے از قدم پیدا است اندر مشعل نورست

(۲۰)

رقصم از نغمہ ترانہ "اوست"
سُعلہ زن در متاع جان و دلم
مدت ہتیش چہ می پرسسی ؟
ہم کہ درد و جہاں نہ می گنجید
شاخ و برگ و شکوفہ و گل خلق

مستیم از مئے مغانہ "اوست"
ہم تش کھن حد زبانہ "اوست"
کز ازل تا ابد زمانہ "اوست"
در دلی درد و مدخانہ "اوست"
چہ در و نیکوئی دانہ "اوست"

جز خدا نیست دیگرے موجود
باطن و ظاہر اقل و آخر
خلق عالم، زمانہ تا ماہی
صدق چشم دل کہ تا باں است

روز و شب رشتہ امید و وفا

ہستہ بہمت شہانہ "اوست"

(۳۱)

حسنِ رُفے ہر بری رُو، عکسِ حسنِ رُفے "اوست"
ہر دل اندر ہر بدن، در ذکر و جست جوئے اوست
منزلِ ہر شربِ مذہب، سرائے کوئے اوست
در حریمِ کعبہ و دیر و کلیسا و کنشت
بر لبِ ہر جوئے بار و در گلستانِ وجود
فتنہ آشوبِ جان و شورشِ غوغائے دل

ہر نیاز سے دوستان از بے نیازی شکوہ نیست

زبان کہ در خوشیم سرا پا راہ و رسم جوئے اوست

(۳۲)

جانِ عالم در کتبِ حلقہ کیسے اوست
شاہدِ اہل نظر میں در جمالِ رُفے اوست
آن کہ صیادِ غزالِ آن لُج جاں بودہ اوست
رہزنِ ایمانِ دیں، غارتگرِ صبر و شکیب
نے خوش گاید در سرمِ لُجے خوشِ بہستانِ ہر

عالمِ جاں پائے بندِ بیچ و تابِ رُفے اوست
قبلہٴ اربابِ دل، طاقِ خمِ ابروئے اوست
ناوکِ اندازِ نگاہِ دیدہٴ جادوئے اوست
عشوہ و ناز و ادا و غمزہٴ جادوئے اوست
سالماتِ کینِ ماغم پرستام از بے اوست

پُر دلمے دوست آں از کفر عشقت شکوہ نیست
 زان کہ اوز تار دارِ طرہ ہندے اوست
 عشقا زان حقیقت بے سر اندائے نیاز
 چوں سیریں باز چو کانش بجائے گوئے اوست

(۲۳)

ذات حق خورشید آیں اعیان مارا ذات اوست
 از رخ ہر ذرہ تاباں نور خورشیدے اوست
 ذات خورشیدست فی الواقع ہر ذرہ محیط
 در سحاب عیسی تاباں ست برقی مستیش
 امتداد نقطہ اش نقش جہاں نقش بست
 ہم و چوب، وہم قدم، ہم وصف امکان و حد
 تا بشر زرات ماز عکس اشراقات اوست
 صورت اعیان عالم مظہر و مرآت اوست
 در صفات ذات آیں، پیدا و پنهان ذات اوست
 ظلمت آباد عدم روشن زایا صفات اوست
 دفتر آفاق و نقش نسخہ آیات اوست
 در نگاہ دیدہ بینا ہمہ آلات اوست
 ملک بے چونی و چوں معمور از بہت لے نیاز

د مکان و لامکان تعمیر عمرانات اوست

(۲۴)

دل دسگیر حلقہ زلف دوتلے اوست
 غار تگر قرار دل و رہزن شکیب
 شور و فغان و نالہ و سوز و گداز و آہ
 از نسخہ طبیب نہ باشد شفاے من
 و ررشتہ مراد من افتادہ صد گرہ
 نا آشنائے عالم و بیگانہ جہاں ست
 سازد بہ زیر سایہ خود شاہ دو جہاں
 چوں بر نیاز جریم و ذلے تو ثابت ست
 جاں پائے بند قید کند ہولے اوست
 شوخی و ناز و غمزہ و طرز وادائے اوست
 دار دتیش بہ جان و دلم از برائے اوست
 در دم ہر آں کہ داد، علاجم جفاے اوست
 چشم بنگہ بہ ناخن مشکل کشائے اوست
 اندر جہاں کہے کہ دلش آشنائے اوست
 آں کس کہ زیر سایہ بال ہائے اوست

جوڑ و حفاہر انچہ بر و شد، سزلے اوست

(۲۵)

حسنِ جہاں ز حسنِ رخ دلربائے اوست
گر شاخ و گاہ برگ، و گہے غنچہ، گاہ گل
ہر چند ذرہ ذرہ نہ مہرست کامیاب
مَنْ لَمْ يَسْعَهُ وَسَعَةُ اَرْضٍ وَ كَلَامُهَا
ایمان عالم از رخ نورانی وے است
باشد ز رفیع قید تعین ہوں خدا
آب دروان گلشنش از جو بہائے اوست
با بجلہ ایں ہمہ ہمہ نشو و نماے اوست
تا ہم بہ گردش از پے مہر و ہوائے اوست
بیت المقدس دل بے شرک، جائے اوست
کفر جہاں ز طرہ زلف و دوتائے اوست
آں کس کہ در احاطہ قیدش سوائے اوست

چشمِ دل نیاز کہ تاباں ست چوں صدف
از آب روشنی در بے بہائے اوست

(۲۶)

کے کہ ستر نہاں ست درعلن ہما اوست
ہمی صدائے بہ گو شمع رساند باد صبا
ز مصحفِ رخِ خواباں ہی نمود قسم
ز ستر عشق جو واقف شوی یقین دانی
نظر بہ عیب مکن در طیورِ باغ وجود
شکندہ ام بہ صنم خانہ از زبانِ صنم
ز سازِ مطرب پُر سوزاں رسید بہ گوش
عروسِ خلوت و ہم شمع انجمن ہما اوست
کہ لالہ و گل و نسریں و نسترن ہما اوست
کہ خط و خال و رخ و زلف پُر شکن ہما اوست
کہ قیس و لیلی و شیریں و کوہکن ہما اوست
کہ طوطیانِ چین زارغ و ہم زغن ہما اوست
صنم پرست و صنم ہم صنم شکن ہما اوست
کہ چوب و تار صدائے تنن تنن ہما اوست

۱۳۹۹ میں حضرت نیاز نے یہ غزل ایک مرتبہ اپنے شاگرد مصحفی کو بھی لکھ کر بھیجی تھی۔ مصحفی نے ریاض الفصحی،
”میزان“ بڑھی تھی۔

شہید من ہمہ صدق است و دید من ہمہ حق ۴۳ کہ گزشتن من ہمہ ادہست و چشم من ہمہ اوست
 چنان ز خویش بروں رفتم و دروں گشتم
 اگر تو دفتر اسلام و کفر پارہ کنی
 یقین شود بہ تو کیں شیخ و برہمن ہمہ اوست
 اگر ز قید تعین بروں شوی چو نیاز
 نظر کنی کہ دریں زیر پیرہن ہمہ اوست
 نیاز نیست کہ می گوید این کلام این دم
 قسم بہ حق کہ دہی وقت در سخن ہمہ اوست

(۲۷)

اے دیدہ چہ اندر نظرت آمد و رفت
 کز دیدن او یک اثرت آمد و رفت
 دامن کہ خیالت بد ازاں شغلہ حسن
 چوں برق درخشاں بہ سرت آمد و رفت
 لے دل نہ سرت رفت سیر حسن مجاز
 صد شکر کہ این درو سرت آمد و رفت
 لے جان جہاں، جان من زار و نزار
 بر لب شد و بہر نظرت آمد و رفت
 این مُردہ تنم بہر قدم بوسے تو
 گروی شد و در رہ گذرت آمد و رفت
 صد حیف نہ دید است گہے روئے مُراد
 مشتاق تو چنداں بہ دُرت آمد و رفت
 از آمدنت در بریما نیست یقینے
 صد بار بہ گو شتم خبرت آمد و رفت
 لے باد صبا عرض کنش حال نیاز
 باشد بہ خیالش اگر ت آمد و رفت

(۲۸)

اے دیدہ نہ دیدم چہ برت آمد و رفت
 منظور تو اندر نظرت آمد و رفت
 از گردِ ہمیش سرمہ نہ کردی در چشم
 حیف است چہ کل البصرت آمد و رفت
 چوں ابرسیا هست تمنّت بر تو حجاب
 آں بدر منیرت بہ دُرت آمد و رفت
 لے فکر نہ ای نازک و بار یک خیال
 ورنہ بہ سرت مگر ت آمد و رفت
 لے دل مگر نیست شناسائی یار
 کاندر بر تو سیم برت آمد و رفت

دام که نیازم به کشد سُوئے تو یار
در کوچه من ماند اگر ت آمد و رفت

(۲۹)

از عتاب تو به جانم چه بلا آمد و رفت
بر لبم شور و فغاں و به دلم شورش عشق
بالیقیں کردستم پیشه ترا، مهر رقیب
جز وفائے تو دلم هیچ نہ کردست گناه
لنگ شد پایے خیالم به شماراه نہ یافت
عرض کن قصه حالِ دلِ مفتونِ نیاز
پیش او گر به درت باد صبا آمد و رفت

(۳۰)

آلار بودن گوئے خدائی آساں نیست
به کوئے یار ز بارفتنت نیابی راه
مجترد از من و تو شو، گذر ز بندِ دولی
نخست ترک هوا گیر و در زبای دل گام
بیا به صیقلِ توحید، زنگِ دل به زدائے
و صوبه خون جگر کن، به حکمِ مفتیِ عشق
هستی ز خویش چوں نئے شو، ز پایے تار خود
برو بیار تو خود را، ز در میان شمار
هزار گونه بدی مُندرَج به نیکی نفس
به خاک نیستی اول بیا و پست به شو

بدون مرگ ازین کورهای آساں نیست
اگر ز سر نہ ہنی پارسائی آساں نیست
کہ حق رسیدن ما و شمائی آساں نیست
قدم نہادین تو در گدائی آساں نیست
به تار آئینہ چہرہ نمائی آساں نیست
کہ از جنابتِ حدیثِ صفائی آساں نیست
و گر نہ بوس لبِ لعلِ نائی آساں نیست
به پیچِ نوعِ دیگر خود نمائی آساں نیست
ز کید و مکر و فریبش رہائی آساں نیست
کہ سر بلندی و رفیع لوائی آساں نیست

صفاتِ سمع و بصر، علم را زیاد به گیر
و گرنه لے دلِ نادان سه پائی آسان نیست
به کش نیاز کنوں بارِ هستی خود را
جز این وسیله به گنجت سائی آسان نیست

(۳۱)

آں که بر در گهش نیاز من ست
از ازل تا ابد به حسنِ قدیم
آں که غارت نمود کشورِ دل
زینہ معنی است صورتِ من
گر انا بحق ز غم، بعبید میدان
ز ابد کن و صو، به خونِ بگر
در میانِ جهانِ کهنه و نو
از صفاتِ من ست فقر و غنا
هم چوں نئے شو، تہی ز سرتاپا
آسمانِ بلند و پستِ زمین
شیع روشن شدہ به نورِ دلم
حسن خود عاشقِ ست و خود معشوق
پرورِ نازی خود نیاز من ست

(۳۲)

دیدہ بازی نہ ہمیں دیدہ حیرانم سوخت
جلوہ کردند بتاں، در حرمِ کعبہ دل
گریم نظارہ چنانم کہ دل و جانم سوخت
چشمِ جاد و نگہاں، مصحفِ ایانم سوخت
کاستین من و ہم گوشہ داما نام سوخت
شرر آتشِ دل بود، نہ اشکِ رنگین

وای ناکامی من از لب لعلت تاکے ؟
 آہ دود من جاں سوز بر رفته نہ رسید
 غم بزر سوزی دل بود هنوزم در پیش
 آتش محرقہ عشق تو، ایچم نہ گذاشت
 استخوان سوزی مارا بسبب پیدا نیست
 خواستم گرمی حسی تو بہ تحریر آرم
 گرم جوشی بہ خموسی مکن اے شاہ نیاز

سر بہ زانو شدنت، جان غزل خوانم سوخت

(۳۳)

بہر رویت نہ ہمیں دیدہ تیرا نم سوخت
 شمع ساں بر سر بزم ت ہمہ غم می سوز
 نیست انصاف کہ بزم تو بر افروز د شمع
 دل مجموع من از غنچہ لب بند خوش است
 من کہ پروانہ منط سوزی و سازے دارم
 لاله زارم جگرم رشک بہار ارم است
 دفتر دعوی تقدیس ملائک یک سر
 گذر قافلہ ہایک نفس آسودہ نہ ساخت
 فلک افلاک بہ سیلاب سر شکم در چرخ
 بلبلم در قفس و دوزخ گلشن بہ بہار
 کاروانم ہمہ بگذشت، من و تنہائی

داغ برق سرت قرار دل بے تاب نیاز

حسرت تری از چشمہ حیوانم سوخت
 آتش عشق چرا، بچوں سپند انم سوخت
 کہ دگر جلوہ نازت سر و سالام سوخت
 ہم سر در دم و ہم خواہش را نام سوخت
 ہاں پے شیر دل اس جملہ نیستانم سوخت
 ہمہ تن شعلہ منط خامہ حسام سوخت

جان بازاں گہر چشتم در افشائیم سوخت

(۳۴)

کافر عشق ز رسم دروایاں برگشت
بسکہ از چشم یہ مست کے سرمستم
می توان از دو جہاں، از دل و جاں برگشتن
دوش از جلوہ ناز تو بہ صحن گلشن
نظر اہل نظر منہج کشف ست و شہود
قید مذہب سبب سلف تجرّد تا دید
ہر کہ سودائے محبت بہ سیر زلف تو کرد

نگہ لطف تو گر سوئے نیاز آمد نیست
روزے از رنج و غم و غصہ تو اں جاں برگشت

رہیف "د"

(۳۵)

اُچھ بآبادہ کشاں ساغر صہبای کرد
متن حسنت کہ قضا و قدر انشای کرد
جوش عشقت بہ سرمستی صہبای داد
دیدہ می ساخت بہ ہر جائے خیالی حالت
چشم ز گس بہ چمن راہ کہ می دید خدا
سحر از آمدنت غنچہ داد کہ گل
صانع جزو و کل ایں جوہر فرد ہنت

دو چشم تو بہ مخمور دل مای کرد
کاش با حاشیہ ہر محشای کرد
دل صد آبلہ ام، جلوہ بینای کرد
خالی نادیدہ مقامش بہ سویدای کرد
گوش گل آمد نہائے کہ صغای کرد
نظر لطف سوئے بلبل شای کرد
کاش می ساخت و بخش و سخن مای کرد

دست بیداد توئی کشت چہاں را یکسر
 باز یا مائی ہر کشتہ کف پا می کرد
 چرخ با این ہمہ بے ہری و بیداد گری
 بر سر کشتہ جور تو چہ ہیہا می کرد
 شد بہ فرماں کسے جان و دل و ایمانم
 کہ مدام از میر لطف تقاضا می کرد
 گر شود جلوہ گراندر نظرش یا ر نیاز
 یوسف مصر کند، انجہ ز لیحا می کرد

(۳۶)

دل من انجہ ز اغیار متنا می کرد
 مشب در آئینہ خود صاف تماشای کرد
 اندرون حرم و دیر و کلیسا و کشت
 ہر کہ می حسبت ترا، ولے چہ بیجا می کرد
 شیشہ بود دلم، یا کہ طلسم حیرت ؟
 کہ بہ تمثال پری، جلوہ گری ہا می کرد
 عین دریا ست حبابم، بہ نگاہ تحقیق
 ورنہ این قطرہ چرا شورش دریا می کرد
 کمی قدم و افزونی جا ہش با ہم
 ہر یکے حکمت تکریم منشی می کرد
 حاصل غیرت من بود، پریشانی دل
 ناخن شانہ زلفت، چو گرہ وامی کرد
 دل من بچوں سینداں بر سر آتش عشق
 در برم آبلہ بود پُر از خوننا بے
 در برم آبلہ بود پُر از خوننا بے
 لب مئے گون توئی ساخت مرا مست است
 قوت شاہ خفت ہں، کہ بہ یک نیم نگاہ
 قوت شاہ خفت ہں، کہ بہ یک نیم نگاہ

لے نیازا میں ہمہ اعجاز کسے می گویم
 کہ حقش یاد بہ مؤقل و ظہا می کرد

۱۰ سورہ مزمل و سورہ ظہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم کو "مزمل و ظہ کے القاب سے

خطاب کیا ہے۔ مرتب

اے کاش کہ ز تلخی ہجرم رہا کنند
 از پروری و نوازش بعید نیست
 آناں کہ زیر سایہ مہر مقام نشاست
 شوریدگانِ حسن و جمالِ جلالِ یار
 دیوانگاں و باد یہ پیائے عشقِ او
 آن چشم التفات کہ بر حالِ دیگرانست
 برگشتگانِ چشم و اسیرانِ دایم زلف
 مارا "بر و بر و" دگراں را "بیابا"
 در رشتہ مرا و من، افتاد صد گره

وز شربتِ وصال بہ دردم دوا کنند
 شاہاں اگر نگاہ بہ سوئے گدا کنند
 درد دل چرا تخمیلِ بالِ ہما کنند ؟
 تسکینِ دل بہ ملکِ دوعالم کجا کنند ؟
 ہفت آسماں بہ چشمِ زدن زیر پا کنند
 آیا بود کہ عشرِ عشرش بہ ما کنند
 غورے برا و ستادِ نگاہِ حیا کنند
 بر ما جفا و جور، بر آہنا وفا کنند
 باناخنِ مرہ مگر این عقدہ وا کنند

جاناں بہ سوئے اہلِ نیازت گذار کن
 تاجان و دلِ نثار فدائے دعا کنند

بسنت آمدہ، گلدرستہ بہار آورد
 ترانہ ہائے طرب، نغمہ ہائے جاں فزا
 فزودستی و جوش و خروشِ مستان را
 جفاکشانشان خزاں را خوشی مبارک باد
 شگفت غنچہ دل از ہوائے فصلِ بہار
 رسید بادِ صبا سوئے بلبلِ مضطر

نشاطِ خرمی آمادہ در کنار آورد
 رباب و عود و دف و چنگ را بکار آورد
 ہولائے نشہ با شیخان ہوشیار آورد
 بہار آمد و گلہا بہ شاخسار آورد
 بہالِ خاطرِ بخ بستہ، برگ و بار آورد
 قدمِ موسمِ گل گفت و در قرار آورد

حضورِ خسر و ہندوستانِ نظام الدین
 نیاز جان و دلِ خویش را نثار آورد

(۳۹)

وای بر غلطیدہ در خون کہ قاتل بگذرد
 ششتم ام داستان خود از زندگی در بیدلی
 جز دم شمشیر و نوک تیر آں خون خواہ کیمیت
 نو بتم در نا توانی، تابہ این حد سر کشید
 بمجو طوفان ست پیدا، از سر شکستگین
 عاشقان را غم عجوبے نس بدست افتادہ است
 داشتیم دل یادگار یار، آں ہم باز برد
 در غم جانان بیا، بمانشیں، ای عزیز

اہل دل گویند مارا "آفریں باد ای نیاز"

این نیازم گر نیاز او مقابل بگذرد

(۴۰)

گر شبے آن مادہ تابانے بہ محفل بگذرد
 آں کہ او دل در داڑی حالت دل میر
 عاشقان را سحے جانان عشق رہبر کمال است
 آرزویم جز تماثلے جان یار نیست

خیرت بر شمع، و بر پروانہ مشکل بگذرد
 در دیے دل را کسے داند، کز دل بگذرد
 عاشق از صادق بود منزل بہ منزل بگذرد
 نیست امکان این کہ در دل ہم باطل بگذرد

نکر یہودی غبت در خاطر ت داری نیاز
 کے تواند جہ شدن، زخمی کز دل بگذرد

(۴۱)

صورت تم پست است لیکن معنی دارم بلند
 راہ حق سر کردن آسان نیست، جز یافتن رست

باطنم آزاد مطلق، ظاہرم در قید و بند
 اندرین بایدے دل ہمت مشکل پسند

چشم دل بکشاؤنگر بے حجاب بے ہوشمند
 برتر از چند ست چوں، ہم جلوہ گرد و چون چند
 ہم خود او خلد است رضا، ہم خود او نار و گزند
 ہم خود او نلا و داعظ، گر محوش و عطا و بند
 ہم خود او معبود عابد، در نگاہ ہوشمند
 ہم خود اندر آتش عشق ست سوزاں چوں سپند
 ہم خود آمد از سیر انکار بر خود ریشخند
 خود نقاب دشت و برقع خود، خود را فکند
 طالب حق را نشان دادم، ز راہ حق پسند

نہست جز ہستی حق، پیدا و نہاں در وجود
 باطن و ظاہر خود او ہست، اول و آخر خود او
 ہم خود او شیخ و برہمن، ہم خود او دیر و حرم
 ہم خود او مست مے و میخانہ، ہم ساقی خود
 ہم خود او معشوق و عاشق، ہم خود او حسن و عشق
 ہم خود او اندر تماشائے جمال خود بہ وجد
 ہم خود او مستغرق در یائے بے رنگی خویش
 ہم ز خود محبوب گشت و خود ز خود پناہ شد
 خویش را حق داں، و حق بیں، تا شوی حق عابد

نکتہ تحقیق بشنو از نیاز بے نیاز
 کیں ہم نقش و عالم نیست الا نقش بند

(۴۲)

منگلے چند مرا کردہ ای آسائے چند
 خوار و ویراں شدہ، در عہد تو زندانے چند
 تاج بختان جہاں نہ، گدا یا نے چند
 آں ہمہ کان در ایں قطرہ بارانے چند
 حبیب قلزم شدہ، پر گوہر غلطانے چند
 لالہ زار بے عجبے رشک گلستانے چند

دارم اے عشق ز تو منت آسائے چند
 ہر کہ دل بند تو شد، گشت زیر بند آزاد
 بہ گدائی درت، شاہی عالم چہ گنم؟
 چشم در ریز، دمام بہ کجا، ابر کجا؟
 فیض در یادنی دیدہ در بار من ست
 اثر حضرت عشق است کہ دارم در دل

غزلے شستہ و ہم رفتہ دگر گوئے نیاز
 کہ بہ خوانند و ستانید غزل خوانے چند

(۴۳)

نیست تنہا بہ غمت نالہ وَا فغانے چند
 می بر آید شررے از بُن ہر موئے تم
 اشک ز نگینم ازاں بجائے بہ چشم دارد
 نا توانی بہ نظر غیر تو ناید در چشم
 غمزہ و طرز ادا غشوہ ناز و شوخی
 نیست ز گس بہ مزارم کہ ز روئے حسرت
 غزلے تازہ دگر گو بہ ہمیں طرز نیاز
 کہ بہ شنوند و برقصیدہ سخن دانے چند

(۴۴)

نیست در کوئے تو تنہا سیر قربانے چند
 استخوانم شدہ از سوزِ دروں خاکستر
 اثرِ الفت زلف ست، پریشانی دل
 نیست آئینہ بہر رویت مُتخیر تنہا
 فیضِ محبوبِ الٰہی است کہ در خطہ ہند
 خروان دو جہاں اندکدایانے چند
 فرشِ پایت ہمہ جا، مردمِ انسانے چند
 شعلہ زد آتشِ عشقت بہ نیتانے چند
 چوں پریشاں نہ شود یار پریشاںے چند
 صفِ زدہ ہر طرف، دیدہ حیرانے چند
 خروان دو جہاں اندکدایانے چند
 نہ زیاں ست کہ جانم بہ نیازش برود
 می دہد در تن من ہر نگہش جانے چند

ردیف "ر"

(۴۵)

ستم گرا سیرِ نعشم گذر، دریغ مدار
 نیاز کشتہ خود یک نظر دریغ مدار

فسانہ ایست مطول تطاول زلفت
گرفت عاشق عشقت ز فرق تا بہ قدم
اگرچہ لطف جوابم اُمید نیست زیار
اگرچہ صید زبونم، ولیکن اے صیاد
نہ بود بے خبر از خویشتن مرا خبرت
بہ ظلمت شب زلفت، بہ غیب افتادہ
بہارِ داغِ دلم، رشکِ گلشنِ ارمست
ہنوز قابلِ پیوند چاکِ حبیب نیست
شکب و تاب و تواں ہمو دلم رفت

نیاز داری اگر آرزوئے دولت فقر
ز صرفِ ما حضرت تا بہ سردریغ مدار

(۴۶)

دارد دل دیوانہ ام، سودائے لیلائے دگر
در ہر نظر بنماید، طریز دگر حسنِ بہتم
چوں من زیرِ تاپائے خود، ہر تمنائش شدم
نارفتہ رہ یک قدم، طے مراحل کردہ ام
در ہر شکست و سختی مستحکم شد حاصلم

در حالتِ نزعِ نیاز اے یارِ جاں بخشم بیا
بہتر نہ باشد زین علاج، ایں دم مداوائے دگر

(۴۷)

می کند با من دلم ہر خطہ اظہائے دگر
از درونم می زند سر ہر دم اسرارِ ایسے دگر

بلبل دستاں سر لے جانِ ما، در بہر نوا
 می نماید ہر زمانم محرم اسرارِ غیب
 حسن دیگر می شود، در ہر نگاہم جلوہ گر
 کئے شود قانع بہ مہر ماہ رویانِ جہاں؟
 "دیت آہنی" می سراید موی ہر موٹ من
 چشم عالم ہیں چہ تاب آرد بہ خورد شیرِ خش
 عشق بازانِ حقیقت راست از سرِ تاقم
 علم رسمی در کنار انداز، و گیر از دلِ سبق
 ہستم از صبح ازل درستی جوش و خروش
 می دہد مارا نشان، از سیر گلزارے دگر
 یا رمن با طرزِ نو در رنگ گفتاے دگر
 می کند ہر دم تماشائے رُخِ یائے دگر
 چوں کہ این با قطرہ اندازِ بجزِ خلے دگر
 می دہد در ہر تجلی جلوہ دیدارے دگر
 دیدنِ رُوشِ بود، مقدورِ ابصائے دگر
 راہ و رسمِ دیگر و، اوضاع و اطوائے دگر
 نکتہ عشقت کند حلِ بحث و تکرارے دگر
 خوردہ ام من جامِ مے از دستِ خنائے دگر

اے نیاز از جوشِ مستی یک دے فارغ نیم
 نیست جز با ہوئے شورم تا ابد کارے دگر

ردیت "ش"

(۴۸)

ہر چہ از سحر و فسون اندر جہاں می بینمش
 نیست پرولے دلم را غیر پرولے بتاں
 جنت الماویٰ دلِ کوئے بتاں دانستہ ام
 در ازل شغلِ دلم عشقِ بتاں می بودہ است
 جادوئے چشمانِ نتانِ بتاں می بینمش
 فالغ از سود و زیانِ دو جہاں می بینمش
 زان جہتِ مستغنی از حورِ جہاں می بینمش
 زین سببِ روز و شب اندر کاراں می بینمش

طالبِ بر خیز، و رو چوں سایہ ہمراہِ نیاز

زناں کہ در راہِ حقیقت خوش رواں می بینمش

(۴۹)

زراں کہ او صبح ست، از رُوئے بتاں می بینیش
 ہر چہ اند سحر و فنوں آید پدید، اندر جہاں
 دل بہ امیدے کہ گلے دست بردا من زندہ
 جاں بہ قالب تنگ گشت، و تا با غم اندہ
 آگہی کے با شریں، از شور و غوغائے جہاں؟
 چوں نباشد این ماعنم بے دماغ از رُوئے گل
 نیت سجدہ بسوئے کعبہ چوں اکرم بہ دل؟
 دیر را دامنم حرم، در پایے بت سر آدرم
 بت پرستی کے گزدرم، نا صحا منعم کن
 و نچہ او شام ست، از رُوئے بتاں می بینیش
 غمزہ چشمان جادوئے بتاں می بینیش
 در تہ خاک رہ کوئے بتاں می بینیش
 دل ہنوز اندر پئے چوئے بتاں می بینیش
 روز و شب دستور را چوئے بتاں می بینیش
 پر دماغ از رُوئے گیسوئے بتاں می بینیش
 سر ہنارہ سوئے ابروئے بتاں می بینیش
 زراں کہ وہاں شد خود رُوئے بتاں می بینیش
 انچہ می خوانیش حق سوئے بتاں می بینیش
 زاہد انا م صمم گیر از ادب پیش نیاز
 چوں کہ از قوم دعا گوئے بتاں می بینیش

(۵۰)

آنکہ بدیر بہاں، نور عیاں می بینیش
 در مقام ذات خود، نام و نشان چیزے نہ آ
 رتبه اش عالی ست از بودن ریں کون مکاں
 در تماشائے جہاں چوں دل نہاد از خلوتش
 گاہ صفا ہوش عاقل و اعطو عالم شود
 گاہ باناز و ادایش، شوخ و شک و دل ربا
 گاہ سہل، نیم جاں، مجروح شمشیر بتاں
 گرچہ پوشد کسوت، بسیار در رنگ ہزار
 ہم ز عالم برتر و ہم عین آں می بینیش
 باز در اسم و صفت نام و نشان می بینیش
 و العجب ہستم کہ ہم در ہر مکاں می بینیش
 گرد گرد این و آن، خود این و آن می بینیش
 گاہ مست اندر سر پیر معاں می بینیش
 در لباس کل رخاں خوش و جوں می بینیش
 شکل زار عا شقاں، بس ناتواں می بینیش
 لیک من اورا جو یک دامن ہاں می بینیش

دل کہ بود اندر تنم، پُر از نیاز از درد و غم
گم شد اندر عشق بے نام و نشان می بینمش

(۵۱)

مست گشتم از دو چشم ساقی پیمانہ پوش
یار باین چشم مست، یا جادو مست، کیفیتش
شد تنم ہم رنگ با جان، جان تن ہم رنگ شد
گفتمش لے جان من ہم جان، ہم تن خود توئی
نیست اندر اختیارم، ضبط حالت چوں کنم؟
دی بدم من شیخ دیں، و سبجہ خواں مسجد نشین
زہد و تقویٰ در فلکندم، زیر پایے آن صہم
زاہد البتہ خدا را، ایچہ می گویم ترا
خدمت پیرمغاں بر خود گزفتم فرض عین
بر در میخانہ بنشستم بہ صد عجز و نیاز

عالمے پُر شورش است از غفل و شورت نیاز
یک دے لے یار من از ہائے ہو بس کن خموش

ردیف "ق"

(۵۲)

پَر تو ہر قدیم است این مہ تابان عشق
دود آہ سرکشی، از سینہ سوزان من
عاشقان در بینوائی، بخسرو بیامی کنند
جلوہ نور کلیم است آتش سوزان عشق
مدر بسم اللہ باشد، بر سر دیوان عشق
شاہی کونین دارد بے روبرو سامان عشق

شمع و پروانه بهم دارند ربط عاشقی
در حریم وصل جانان، در نهادم چون قدیم
صبر دل، هوش سرم، چون طاقت همان داشت
دانه آزادی نه تعذبات و همی بے گماں
کافر عشقم پُرس از دین من لے هم نشین
فارغ از رسم دره گبر و مسلمان ساخته
کشته ستمشیر عشق از مرگ باشد در آماں
لَيْسَ فِي شَوْقِ الْحَقِيقَةِ مِنْ مَتَاعِ غَيْرِهِ
لَطْفِ سِرِّ عَشْقٍ بَازِي از سِرِّ بے سر و پُرس
در نگاه مُوَشَّكَافِ دیده اہل نظر

چشم ادراکِ خرد را بہرہ نبود نیاز
از تماشاے کہ بیند دیدہ حیرانِ عشق

(۵۳)

نیک تجدیدیم سوزِ ہر دو در میزانِ عشق
ہستیم و اگر دیروں از درش دربانِ عشق
خود بہ رفت و خانہ را بگذشت با ہمیانِ عشق
ہر کہ دارد پایے در زنجیرِ زندانِ عشق
عشق اسلام ست و دین، در ملکِ کفرستانِ عشق
مرحبا صد مر حیا بر لطف و برا حسانِ عشق
زندہ جاوید باشد مردہ بے جانِ عشق
لَيْسَ مِنْ دُونِ الْفَنَاءِ حَيٌّ عَلَى اَدْكَانِ
کاندیں میدانِ سرش، گوئے ست از چوگانِ عشق
در پسِ ہر پردہ دارد جلوہ جانانِ عشق

سوخت رختِ مستقیم از آتش سوزانِ عشق
طرفہ طفرہ دارد این جولانی یکِ انِ عشق
گنبدِ گردوں حبلے باشد از عثمانِ عشق
بوالعجب یا ندم ز کارِ خنجرِ برانِ عشق
یک مشکل تر ز صد مشکل بود آسانِ عشق
زندہ جاوید ہستند این کسانِ زہانِ عشق
ہاں بکش در دیدہ کحلِ خاکِ صفا ہاں عشق
زین جہتہ می روم بر جادہ یا رانِ عشق

باز بر تختِ دلم شد جلوہ گر سلطانِ عشق
بعد و ہمے سر کند در یک قدم برداشتن
چو شش در یائے عشق ست این جہان و آن جہاں
یک نمود این کثرت و ہمے بیک و کروم
گرچہ یک سانِ عشق آسان کند صد مشکل
آب حیوانِ مرگ باشد، در مذاقِ عاشقا
زا ہر تا بیر، اگر ہستانی را دارد ہوس
ملت و آئینِ عشق از جملہ ملتہا نکوست

چوں زلیخا من اسیر یوسف مصری نیم
 نے بہ وصل آرامِ جاں نے در فراقِ کسوی
 در نظر دارم ہزاراں یوسفِ کنگانِ عشق
 از کہ جویم چارہ ایں درو بہ در مانِ عشق
 لے نیاز از گفتگوئے این و آن بس کن خموش
 محو شد اندر تماشائے رُخ جانانِ عشق

ردیف "ل"

(۵۳)

جلوہ گاہِ ذات میں در نظرِ ایوانِ دل
 گنبدِ گردونِ عالم از حبابے بیش نیست
 عرشِ سلطانِ جویاں کرسیِ امکانِ دل
 وید چوں میدانِ دل برہانِ و ستمِ نقصِ طاقت
 کو نمودارِ آئندہ از بحرِ بے پایاںِ دل
 چوں زلیخا کئے شوم من مبتلائے یوسف؟
 نتیجِ عکسِ قیاسِ ستِ حجتِ برہانِ دل
 در جنابِ ل بہ صدقِ جاں ہی ارم امید
 صد ہزاراں یوسفِ مصری ستِ کنگانِ دل
 تا ابد باشد ہمیں ستِ من امانِ دل
 از بیانِ ایں و آن خاموش منشیں لے نیاز
 باش مستغرق بہ دیدارِ رُخ جانانِ دل

ردیف "م"

(۵۴)

در راہِ حق اندیشی می پویم و می رقصم
 جہانے نمئے باقی، از دستِ خوشِ ساتی
 دستِ از خودی دغوشی می شویم و می رقصم
 اکثرِ مشتاقی می جویم و می رقصم
 از جامہٗ جسمانی، زراں یوسفِ لاثانی
 بوئے خوشِ روحانی می پویم و می رقصم
 گہ گرییم و گہ بخندیم، گہ بہ دستِ زخم، گہ بہ پا
 از مستی و جوشِ اندر باہویم و می رقصم

در شوقِ جمالِ او، یکدل شده و یک رُود
 در راه شد و آمد، مانند دم بے عد
 "لا وَاَحَدٌ اِلَّا هُوَ" می گویم و می رقصم
 هم سبز و منطبع می رویم و می رقصم
 چون رفت نیاز از خود، از کون و مکان بر شد
 ز دنگره که من بخود، خود آویم و می رقصم

(۵۴)

دَمِ نظاره رفته تو لای یار آرزو دارم
 خیال زلفِ کجای بُت رسته ام از کفر و دین شکست
 بروں آ، از سر پرده، که بسیار آرزو دارم
 نه من تسبیح میخوانم، نه زنا را آرزو دارم
 که من سرکشکی چون خطایر کار آرزو دارم
 به انصاف از نظر سازی به شکار آرزو دارم
 به هر گونه به بسیار تو یک بار آرزو دارم
 به این صفت گرانمایه، خریدار آرزو دارم
 دلم دانا، دبیر، میرزای، کوه نمکین است

نیاز این شیوه را بدتر ز مرگِ خویش می دانم
 که در دیار را در میان ز اغیار آرزو دارم

(۵۵)

نه انکارم ز اغیار است نه یار آرزو دارم
 چو بر مرگ کشستم، یافتم جا و مقام خود
 خداوند ادب بے شغل و بے کار آرزو دارم
 دلاگردش چرا، بر شکل پر کار آرزو دارم
 کشود کار آسان ز دشوار آرزو دارم
 شدم کافر اگر تسبیح و زنا را آرزو دارم
 که این مقصود خود را بر سر دار آرزو دارم
 اگر انصاف فرمائی، چه بسیار آرزو دارم
 ز فیضِ عامِ تو لای مرگ نه بار آرزو دارم
 نه انکارم ز اغیار است نه یار آرزو دارم
 چو بر مرگ کشستم، یافتم جا و مقام خود
 شب بخت سیر را، صبح از مهر تو میخوانم
 ز قید کفر و دین عشقم، اگر آزادی بختد
 مقامِ بختِ دل میخوانم از چشم سیر مرگان
 نگاه اندک مهری به فرما بر دل زارم
 به دور زندگی، یک لحظه آسایش نمی بینم

نیا زار رتہ عقل و خرد ہر گز میرس از من
کہ ہر دم مستی از چشم سرشار آرزو دارم

(۵۸)

ما جان خود بہ دل بر جانانہ دادہ ایم
در بوس ما بہ پات، نہ وہم تلوٹ ست
از ناگرہ کشاد دل مؤ بہ مؤسے یار
حرمان ما بہ دور تو ساقی برائے چہیت ؟
تا چند خشکی و غریبی دے کسی رست ؟
زاہد طمع مدار ز ما، پلے بوس خویش
آتش ز رتے شمع بہ پروانہ دادہ ایم
جاناں بحق کہ بوسے پا کانہ دادہ ایم
سو گند زلف او بہ تولے شانہ دادہ ایم
در قیمت مئے تو دل آ یا نہ دادہ ایم ؟
دست طلب بہ دست کریمانہ دادہ ایم ؟
بوس نیاز بر لب پیمانہ دادہ ایم

احرام بستنم بہ حرم کے سزد نیاز
ایمان و دل بہ کافر بتخانہ دادہ ایم

(۵۹)

ہو اے سیر کل دیدن نہ دارم
ز داغستان دل باغ و بہارم
ز بوسے زلف بے آہوئے جاناں
خدا را بر سر بالینم آ، یار
چہ دیدن نرگس از عالم پس از مرگ
ز خود رفتم، چو پڑ سیدی ز عالم
اگر در کاہشم، قدرت فزوں ست
شبے رونے نہ شد جز خواب بختم
مکن تکلیف دام و دانہ صیاد
چو بلبل ذوق نالیدن نہ دارم
دگر پرواے گل چیدن نہ دارم
دماغ مشک بوسیدن نہ دارم
کہ من یار اے جنیدن نہ دارم
بہ خود جز حسرت دیدن نہ دارم
خبر از لطف پر سیدن نہ دارم
نہ جانت، ہیچ کاہیدن نہ دارم
کہ ہم در خواب خوابیدن نہ دارم
پرو بازوئے پرتیدن نہ دارم

بہارم بے بہارے و خزاںِ ست ز گل چیں خوفِ گل چیدن نہ دارم

نیاز اندر سخنِ سنجی منم ہیچ

ولیکن عیبِ دزدیدن نہ دارم

(۶۰)

ز بارغِ بارغِ گل چیدن نہ دارم	ز رُوئے حسرتِ دیدن نہ دارم
بہ داغستان چہا دیدن نہ دارم	بہارِ سینہ ام رشکِ چمنِ ہاست
دماغے را خراستیدن نہ دارم	خروش و جوشِ نالیدن مرا نیست
بہ گرہِ غیرِ گرہِ دیدن نہ دارم	منم پروانہ کو ہم شمع و ہم سوز
ز جہائے خویش جنبیدن نہ دارم	نگہ آسا رُو م بر آوجِ افلاک
چو گل بہودہ خندیدن نہ دارم	دلے دارم، بہ رنگِ غنچہ لب بند
بروں از خود خرامیدن نہ دارم	بہ گرہِ خود ہی گردم، چو گردوں
بہ خودِ حریف درخشیدن نہ دارم	ز خورشیدم درختاںِ جملہ ذرات
بہ رنگِ ذرہ تابیدن نہ دارم	من آں مہر م، کہ بے رنگی ست تا بم
خطر از دست لغزیدن نہ دارم	محیطِ عالم و مرکزِ نشینم

نیاز از من میسرِ این دم و گر ہیچ

دماغِ ہیچ پر سیدن نہ دارم

(۶۱)

کہ افکند ست ہشتائے، بلا در ہیچ و در تا بم	الایا ایہا الساقی بدہ جامِ منے تا بم
ہمین بس بود گر خود زبانی بجو دی یا بم	نہ دارم آرزوئے علم و فضل و جہاںِ دل
پریشاںِ حالیم، رومی و بلال دریں ابوابم	بدہ تکلیفِ علمِ رسمیم، اے عالمِ عالم
کہ باہر ت قبولم اتفاق افتا وئے جانم	مطلق کردہ ام من ز وجہِ کونینِ ازانم

منو دایں چارہ خاکم، جو اکیر آتشِ عشقت
 بوقتِ نوجوانی حالِ پیری شد بہ من طاری
 چہ نگرانی و حیرانی ست بر چشم بہ بین یارب
 چہ طوفان خیز اشک است این و آن ز چشمِ خوابم
 چہ طر نہ قائم انارم، بیا، بنگر بہ سیلابم
 غمِ ہجرانِ جانانم بہ شیب انداختہ شام
 نہی آید خیالِ خوابِ شب ہم در شبِ خوابم
 کہ می ترسم ز غرقِ عالم، اندر موجِ سیلابم
 تو صد گونه جفا و جور بر من می کنی جانان
 بہ جز عجز و نیازم نیست، دیگر شہوہ دُدا بم

(۴۲)

جانان بہ غمِ رُوئے تو، اندرتب و تابم
 چشمِ تو رُبو دستِ زمینِ ہوش و خوابم
 لے ساقی سرشار بہ بین سوئے من زار
 گر حالِ دلِ خستہ بہ پُرسی ز سرِ لطف
 ز نار بہ دو شہم، بہ دہد زلفِ تو مارا
 مارا بہ کتابے، دگرے چسیت حوالہ
 سوزاں جگر، آہ کشم، دیدہ پُر آبم
 بے تابم، بے طاقت، دہم بہ خورد خوابم
 دما آتشِ غمِ سوختہ ام، تنہ کبابم
 ناید ز زباں، حرفِ بجز، آہ، جوابم
 رُوئے تو کند راہِ بری سوئے صوابم
 دل در بر خود دارم، و این ست کتابم
 بر عجز و نیازم نظریے لطف و کرم کن
 بخود ز خودم سازد بہ نوشتاں مئے نابم

(۴۳)

ز جادوئے نگاہِ دیدہ آں یارِ مخورم
 بگو شہم چوں در آمد نالِ شیرینش آونے
 اگر پایم بہ جائے سر، دگر سرِ خلبے پافتد
 بسوئے کوئے اُدویم، جمالِ رُوئے اُدویم
 گداؤ بلیوایم ساز و بر گم خوش نمی آید
 خرد گم کردہ کو دیوانہ و مجنوں و مسخورم
 شد مہمتِ است، و در بلا افغانم و شورم
 ز مدہوشی و سرمستی خود معذور و مجبورم
 چہ کارم آید ای جانان، دہن از جنتِ حورم
 کلاہے بہ سرے بر سر است از تاجِ نفورم

دو نیم کرد تیغ ابرویش، در طرقتہ یعنی
 بحد اشد شد اگیرم و ما جور و مغفورم
 مقام لے نیاز اندر جہاں ہر کشمی داند
 فرید دہر و شمس و وقتہ و ہم رنگ منصورم

(۶۴)

بطون حق سبطن داں، بجان جان نہانم
 فروغ مشعل نور قدم کردست تا بانم
 مقدس طینتم، عالی نژادم، این قدر دامن
 ز بہر تشنگان آبے برائے مردگان جانم
 بود گھل البصر در دیدہ نظارہ دو عالم
 برائے نہ عرض ذاتم جو اہر ختمہ را جوہر
 بروں آمد ز بحر ذات من، صد گوہر جہاں
 خوردہ منہ روز و شب جہاں بہ شوق دیدم گریاں
 ز کار گفتنم ناید، نہ مومن خواند نہ شاید
 نہ قید بند دپایم، نہ بند قید بالایم
 نمود جان و تن در من، نہ باشد جز خیال و ظن
 نشان تازہ می کردم و عیاں از گمن عیسم
 نیاز و عجز و بیتابی، اگر یابی دے در من
 جہاں پر غفل و شورست از گفتار شیرینم
 یہ میدان حقیقت تا سر خوردانہ در بازی

ظہورش آشکارا میں بہ روئے روئے اعلانم
 چہ تاب آورد حدوث تیرہ با شمع شبتانم
 کہ بناید گل وللے فنا آلودہ دامانم
 علاج علت زحمت، شغائے درد مند انم
 غبار و گرد پائے خاک آدم، خیر انسانم
 کہ خود اصل الاصول استم و رکن جہاں انم
 وئے آدم در یکیت است، زان دیارے عیانم
 بہ گردم چرخ با صد جہاں بلا گردان قربانم
 کہنے در بند کفر استم، نہ اندر قید ایمانم
 جز این واکں بود جانم، نہ در اینم نہ در انم
 نہ جان میدارم وئے تن، کہ من خود جان جانانم
 نہ می یا بند اہل دم بہ دو اکتم بہ یک شامم
 بہ منی بر سر ناز و غنا، اندر دیگر انم
 کجایابی سخن گو، چوں لب علی شکر دامنم
 نہ یابی یک سر مورازہ و سر گوسے و چوکانم

رہ ناز و نیاز من نہ می یا بند گمراہان

نہ می بیند خفا شاں رخ خورشید عرفانم

(۶۵)

در آمد بر سرم ناگه شب گس شمع شبستانم
 نهاد اندر نهادم آتش حسنش چنان آتش
 خراز خوشترن یک لحظه یک ساعت نه می ارم
 مثال برق بر من برفتاد و از برم بگذشت
 نه خوابم ماندن راحت، نه تابم ماندن طاقت
 جنوں در جهان من پیدا، قیامت بر سرم بیا
 چه و حشت ادای سودا من یارب بدین صفت
 جنونم پرده در شد، پنجه زودش چه گویم من
 نه می ترسم من لے واعظ، ز بول آتش دوزخ
 گذار کاروان تخت دل، راه ترے افتاد

نیاز از شور تو عالم شد ست افسانہ عالم
 نمودی فاش لے نادان، خلق، اسرار پنهانم

(۶۶)

مرید پیر معانم، دگر نه می دانم
 ہمیں پیر معان ست پیر و مرشد من
 بدل چوں زمزمه عشق نایم به دمید
 شراب حسن رُغ دوست آتش زده است
 قبول بد یہ نماشاہ حسن ! یا منہا
 درون آئینہ خویش تا خدا دیدم
 ز رانہ دہر چه گویم کہ خود گم یاراں

خراب بادہ آئم دگر نه می دانم
 بس ست نام و نشانم دگر نه می دانم
 چوئے بہ شور و فغانم دگر نه می دانم
 حریق سوخته جسامم دگر نه می دانم
 فدایت لے دل و جانم دگر نه می دانم
 بہ سوئے خود نگرانم دگر نه می دانم
 جزاں کہ ہیج نہ دانم دگر نه می دانم

خدا پرستی من تا خدا نیم به رساند
شنیده ای اگر از من صدای سجائی
کمال فقر شد دست از ظهور فخر الدین
به یاد محو شدم، چون حباب در دریا
ز بے نیازی خود می دهم خبر به نیاز
که جان جان جهانم و گرنه می دانم

(۶۶)

عاشق بیخبر منم، من نه منم، نه من منم
سوز دل و جگر منم، وحشت پرده در کف من
امن منم، خطر منم، زهر منم، شکر منم
شام منم، سحر منم، شمس منم، قمر منم
این همه سحر و بر منم، وین همه خشک تر منم
شاهد و نر با منم، مطرب خوش نوا منم
حسن و جمال حق منم، عز و جلال حق منم
طوطی صد زبان منم، بلبل نغمه خواں منم
آدم و شیث و نوح و هود، غیر حقیقت منم
موسیٰ، بلوہ بن منم، قلہ فلسطین منم
عیسیٰ مری منم، احمد ہاشمی منم
صوفی با صفا منم، بخود و با خدا منم
راز و نیاز حق منم، سوز و گداز خود منم
کرده قدم نہ سر منم، من نہ منم، نہ من منم

(۶۸)

من نہ منم، نہ من منم، من نہ منم، نہ من منم
 متن متین حق منم، شرح مبسوط حق منم
 کعبہ منم، حرم منم، دیر منم، صنم منم
 عشق منم، جنان منم، درد منم، زیاں منم
 دود من و چین منم، لاله و نسترن منم
 بلبل داستان منم، طوطی صد زبان منم
 رفته ز خوشن منم، من نہ منم، نہ من منم
 استر منم، علن منم، من نہ منم، نہ من منم
 مومن و بدمن منم، من نہ منم، نہ من منم
 روح منم، بدن منم، من نہ منم، نہ من منم
 ہم گل و ہم سخن منم، من نہ منم، نہ من منم
 گوش منم، سخن منم، من نہ منم، نہ من منم
 عجز و نیاز ہم منم، خوبی و ناز ہم منم
 حسن منم، محسن منم، من نہ منم، نہ من منم

(۶۹)

چوں یار بہ بزم آمد و پوشیدہ نقابم
 حرفے ست جہاں از ورق و فیرِ علمم
 دریائے محیط است و جودم بہ حقیقت
 عالم شود از مست، ز چشم من سر مست
 سلطان جہاں ہستم، و آزاد ز ہر قید
 چوں ہر من از مطلع غیب آمدہ بیرون
 لے مردہ دلاں! عین حیات ابدیم
 از کشف و کرامات بلا قید کہ این ہا
 پس کس نہ بود حاجب او، غیر حجابم
 من نسخہ جامع عجیبے، طرہ کتابم
 در صورت خود گرچہ بہ مثال سراہم
 یاراں چہ عجب است کہ من کہنہ شرابم
 گو شکل گدایانہ، بہ قید گل و آبم
 ذرات جہاں جلد عیاں گشت ز تابم
 و کے تشنہ لبان! سوئے من آئید کہ آبم
 افتادہ براہند، بہ تعداد حسابم

خود عاشق خود ہستم، و مشتاق نقابم
 در شکل نیاز آمدہ ام باتب و تابم

(۷۰)

رستہ زدام جسم و جان، بہتہ زبوں کیستہ؟
ساکن کنج بخودی، سہیل خوئے کیستہ؟
سجدہ کناں بہ جان و دل جانب و سوئے کیستہ؟
والہ دوست در پے نگہت و بونے کیستہ؟

باہمہ حسن خویم، عاشقِ روئے کیستہ؟
دردِ کم ایں تپیدگی، وز خودم ایں میدگی
جلوہ گرم بہ ہر جہت، لغت من ست ہر
مست زبوں من جہاں در پس نگہتم و اں

باہمہ دلبری و ناز، شیوہ گرفتہ ام نیاز
خاکِ نمط بہ زیر پا، در رہ و کوئے کیستہ؟

(۷۱)

بے شبہ بونے نمونم، عنقائے قافِ قدسم
پاک از ہمہ شیونم عنقائے قافِ قدسم
دانی کہ من چگونم، عنقائے قافِ قدسم
برتر ز کاف و نوئم، عنقائے قافِ قدسم
از عقل بس بروئم عنقائے قافِ قدسم
در پردہ کونم عنقائے قافِ قدسم
خود باطن البطونم عنقائے قافِ قدسم
معبود و عابدوئم عنقائے قافِ قدسم

بچوں و بے چگونم، عنقائے قافِ قدسم
از وحی تم معرا، وز کثرتم ممبرا
بیرنگی ست رنگم، رنگ ست و عار و ننگم
از خلق ما سوا یم، در امر ما درایم
بے نام و بے نشانم، بے شرح و بے بیانم
ہر چند در ظہورم، نورِ ظلام و نورم
صدر ہمہ صدورم، از وہم و خلقِ دُورم
ہر قبلہ ہست رویم، ہر سجدہ ہست سویم

سلطانِ بے نیازم، گو صورتِ نیازم
نہ نشانیم کہ چونم، عنقائے قافِ قدسم

(۷۲)

نہ عالم بود، نے آدم، مگر مسجود بودستم
کہ از نظارہ حسنِ خودم خود بودستم

من آں نورم کہ اندر لامکاں موجود بودستم
نہ از عالم بیانے بودے نے آدم نشانے داشت

بسیطِ آں قدر شد مُبْسَط از حُبِ پیدائی
 ہو لائے دو عالم، مادہ ارواحِ اشباح
 ز بہر رفعِ شرک و دفعِ وہم ہستی غیرے
 لباسِ بوالبشر پوشیدہ مسجود ملک گشتم
 گئے ادریس، گاہے شیت، گلے فوج، گہے نوس
 گئے صالح، گہے ابراہیم، گہے اسحاق گہے یحییٰ
 برائے میکشاں امروز نقدِ وقت شاں گشتم
 بہ دریائے حقیقت بہر غواصانِ بادل

کہ با یک نقطگی صد ہا خطِ مودود بودستم
 حریرِ جسم و جاں را پھو تار و پود بودستم
 بہ شکلِ انبیاءِ اولیاءِ موجد بودستم
 بہ تصویرِ محمدِ حامد و محمود بودستم
 گئے یوسف، گئے یعقوب، گاہے ہود بودستم
 گئے موسیٰ، گئے عیسیٰ، گئے داؤد بودستم
 ز بہر دیگران روزِ جزا موعود بودستم
 بہر عہدے و عصرے گوہرِ مقصود بودستم

نیاز اندر حقیقت، لایزال و لم یزل ہستم
 مگر بایں تعین نیست وہم نابود بودستم

(۷۳)

اے طالبانِ ای طالبان! من با شما ہر جا تم
 ایں دُوری و مجوریم، از وہم پندارِ شما
 ثابت تر مں از ہمہ، بے آں کہ اثبات تم کنند
 بر عکسِ رسمِ ایں جہاں، در پردہ می با شتم عیا
 ہم صوتِ ناسوتیم ہم، ہم معنیِ لا ہو تیم
 در جلوتِ فرقِ آدم، از خلوتِ جمعِ شیوں
 ہر چند نبود غیرِ مں، در عالمِ نو یا کہن
 با حسنِ خود در با ختمِ مں نزد عشقِ و عاشقی
 کہ شیخِ اندر خانقہ، کہ رندِ اندر میکدہ
 ہم اول و آخر مںم، ظاہر مںم، باطن مںم

ہم جلوہ گر دیدہا، ہم مضمر و لہا ستم
 در نسبتِ خود با شما، دریا و موجِ آسا ستم
 بے آنکہ بے پردہ شوم، در پردہ اخفا ستم
 چنداں کہ بے پردہ شوم، در پردہ اخفا ستم
 پہناں تراز پہناں ہم پیدا تر از پیدا ستم
 از انبساطِ نورِ خود، بزمِ جہاں آرا ستم
 در ذاتِ بختِ خویشتن، بر رُتبہِ علیا ستم
 ہم لیلیٰ و مجنوں مںم، ہم وامق و عذرا ستم
 کہ سجدہ و سجادہ ام، گاہے مئے و مینا ستم
 ہم عالمِ دنیا ستم، ہم تشنہِ عفتی ستم

گاہے نیاز ایمان من، گہے نیازی شان من
 ایں ہر دومی سید بن، ہم بندہ، ہم مولا ستم

ردیف "ن"

(۷۴)

تہانہ چاک زد بہ گریبانم ایں چنین	دست جتوں نمود بہ دامانم ایں چنین
گر لالہ زار نیست دلم، از ہجوم داغ	بایے کہ کرد رشک گلستانم ایں چنین
تیرے دگر زدستہ مرگانش آرزوست	لذت چشیدہ از لب پیکانم ایں چنین
واگر دستانہ زلف گرہ گیر آن نگار	کاشفتہ روزگار پریشانم ایں چنین
مینا شکستہ، قدر گہر، مبتذل شود	از کان دیدہ گہر افشانم ایں چنین
اے رشک شمع اتا بہ شبتانم آمدی	شد صرف سوختن بدن جانم ایں چنین
جمع دل بست حاصل از دوست اے رقیب	روئے کہ دیدہ ام کہ پریشانم ایں چنین
در دمرا علاج شراب وصال تست	بیدرد من بساز تو، در مانم ایں چنین
ظالم ہلاک میشوم، ایں دم اگر شتاب	کردی تو در کشیدن پیکانم ایں چنین
تا داغ شب چراغ دلم با مہتاب گشت	شد لیلۃ البرأت، بکاشانم ایں چنین

دارم بہ طبع میل سخن سخی اے نیاز
 خواہم کہ یک دو شعر دگر خوانم ایں چنین

(۷۵)

محو نظارہ رُخ جانانم ایں چنین	آئینہ دار دیدہ حیرانم ایں چنین
می سوزی آ پنچناں کہ نہ دودے ز شعلہ	بس بس مسوز، آتش پہنانم ایں چنین
دولاب چرخ می شود آخر غریق آب	گر بہت سیل دیدہ گریانم ایں چنین

یارِ رواں زِ نشترِ مرگانِ کلیتِ این؟
 مابستہ ام خیالِ رخ و زلفِ آن نگار
 کو دانتِ تم کہ بود حصولِ متسامِ عمر
 لب خشک و تشنه کام، جگرِ تفتہ ام ہنوز
 بے گریہ سوخت گشتم و یا گریہ آب بود
 زیں پیشتر تو من شدی، الحال من تو ام
 مضمون آہ و نالہ موزوں بخاطرست

فوارہ رواں زِ رگِ جانمِ این چنین
 حیرانمِ این چنین و پریشانمِ این چنین
 یک جذبہ تو ساختہ نادانمِ این چنین
 حالانکہ غرقِ قلزمِ عرفانمِ این چنین
 کہ بے نم آن چنانم و گہ بانمِ این چنین
 بود از برائے شکر تو احسانمِ این چنین
 خواہم نمود مطلعِ دیوانمِ این چنین

دو دمن لے نیاز بہ رُوئے نہ می رسد

در محرمِ سپہر، سپندانمِ این چنین

(۵۶)

خدا را اے صبا بگذر بہ سوئے خاکسارِ من
 نقاب از رخ براندازی، قیامت پردہ دارِ من
 کہ آمد در دیارِ من کہ شد تو دور تر از من
 ز جیب دامنم دستِ جنوں نگذاشت یک لے
 نہ می کردی ز اول ذبحِ این عیدِ زبونم را
 مکن اوراقِ اجزائے حیاتم، درہم و برہم
 بہ دلقِ قصرِ شاہی می کم از خوبیِ طالع
 بہ عیاریِ قسم لے یارِ عیارم، مکن پہاں
 ز بس محو خیالت، دردِ لبِ شہائے تاریک
 بہ جامِ بادہ ام، شہبائے دیدائے نمی ریزی

بر در کوچہ جانانہ ام مشتِ غبارِ من
 قیامت ساز کن امروز پسند انتظارِ من
 چہ شد لے بقرارِ من، کہ شد صبر و قرارِ من
 برائے بخیمہ گر مشفق، چہ خواہی کرد کارِ من
 اگر در شانِ فرائد، شکست آورد شکارِ من
 مدہ بر باد لے ظالم، کتابِ مستعارِ من
 نہ حم دارد، نہ کئے، این طالع گردوں سوارِ من
 کہ بود این ہمکنارِ من، کہ دل بُرد از کنارِ من
 ہویدا قلب شد، تاریکیِ شہبائے تاریکِ من
 نمی دانی مگر گردوں خمارِ انتظارِ من

نیازا عجز عشقست این سخنِ سخی و خوش گوئی

وگر نه شعر بے لافش کجا، کو بے قرار من؟

(۷۷)

کجی نشگفت جز داغ جگر بر شاخ سار من
جنوں بر خویشتن نارد، ز جیب تار تار من
نباشد خالی از جولاں گری گرد و غبار من
نه روید در زین سینم، جز دانه عشقت
گجی گریم، گجی خندم، گجی رنجم، گجی خرم
من از سجدہ بہ میخانہ، نه از خودی روم یاراں
که از زلفت پریشانم، که از رُوئے تو حیرانم
نه آه و ناله تنہا دارم اندر عشق بازی با
بہر صید ز بونی چشم دایم، دانه می گردد
جہاں اکثریت خود جنبِ حدت لفظ صفر

نیاز از من مجوز بہر درد یار در مانے

کہ نبود ہیچ شئی جز درد یار اندر یار من

(۷۸)

دی خراماں می گذشتاں یا خوش رفتار من
چوں نقاب لطف مشکیں از رخ و عارض فکند
خر من جان جہاں را سوخت او مانند برق
بسکہ در عشقش شدم از کفر و ایماں بری
عشق اسلام ست و دینم، عشق دریاں ست و درد
دولت شای ز چشم اشکبارم شد حصول

با داؤ نماز و شوخی از سیر بازار من
شد جہاں یوانہ رُوئے بری رخسار من
از نگاہ ما گذر کرداں بہت عیار من
رشتہ جانم گسست از سبب و زناں من
عشق غمخوار ست و مونس، عشق یار نار من
دامن فقرم پرست از گوہر شہوار من

از خیال جور او خونِ دلم شد در شکِ مُشک
در نگه داری نیاز این نافه تا رتارِ من

(۷۹)

دی در آمد بردم آن ساقی شرشارِ من
می بنم پاهای من بر جلای پا از بخودی
از خروش و جوش مستی بر سرم لے دوستان
دین و اسلام فدای ساقی شرشار گشت
خواب چشم و راحت جان و قرار و صبر دل
جز مقامِ عشق آینه نه دارد بلبلم

از نگاهِ مست او دیوانه شد هشیارِ من
بوش مندانم، چه می پرسد از رفتارِ من
نیست جز دیوانگی کارِ دیگر بر کارِ من
شد بر من جام و صبا حبه و دستارِ من
رفته اندر طرقتِ العین از من این هر چارِ من
بر نیاید جز توالی سوز از سیر منقارِ من

کار فرما شد جنون در ملک جانم لے نیاز
بخت دشوارست بارِ عقل در دربارِ من

(۸۰)

سیر حق پنهان مست اندر معنی اسرارِ من
از محیط نقشه مرکز بود اقلیم ملک
نور ذاتم بردلم، هر دم تجلی می کند
در بنای من، شمیم از نیستی مستحکمی مست
لے مسلمان کفر باشد جز و لایفکِ عشق
زاهد از سیر سواد او چه من آگه نه رای

ظاہرش پیدا است اندر معنی اسرارِ من
چشم دل بکشا و بنگر و سعت پر کارِ من
تاب دیگری دهد، هر شعله دیدارِ من
در شکست و ریختن شد پستی دیوارِ من
زین جهت در عاشقی شد کافری در کارِ من
نیست در فهم تو رمز فتنه و زنا رِ من

طوطی دستان سر لے ذوق و شوقم لے نیاز
نشوی جز ناله جان سوز از منقارِ من

(۸۱)

نیست جز آهنگِ عشق آوازِ موسیقارِ من
بسکه مہتمم سایہ پرور، زیرِ بالِ ہریار
اے نسیم گلشنی، ہاں سوئے دُکا نمِ سیا
حسنِ خواباں بہر حق بینی مثالِ عنکبست
آمد اندر ملکِ جاں، بر تختِ دل، سلطانِ عشق
ہمچو دریائے محیط اے قطرہ ام، شد موجِ زن
کرد مارا بے نیاز، آن قبلہ اہل نیاز
لطف فرما شد بہ احوالِ دلِ افکارِ من

(۸۲)

اسیرِ عشقِ مفتوں ست و مجنوں
نہ می داند طبیب آزارِ مارا
نہ ماتر دامنم اندر نظارہ
شہیدِ اکبرست این کشتہ عشق
بیا جاناں بہ نعمتِ لطف فرما
نیاز اندر خمارست اے دریا
وَنَحْمَدُ الدِّينَ فَمَلُوءٌ وَمَدْفُونٌ

(۸۳)

مَرِيضُ الْعَشْقِ مَفْتُونٌ وَهَجْنُونُ
بَنِي مَحْبُوسَةٍ مِنْ كُلِّ حَبْسٍ
وَمَنْ يَعْلَمُ تَدَاوِيَهُ سَوَى الْحُسْنِ
مَلُوبٌ عَلَيْهِ وَالْقَلْبُ مَحْزُونُ
فَمَا مَسْجُونُ هَذَا السَّجْنِ مَسْجُونُ
مَحِيطِي بِنَةِ فِيهِ فَلَاطُونُ

اَلَا يَا صَاحِبَ الرُّوحِ الْحَسَنِ
تَرْحَمُ وَالتَّقَى مَخَافَتُ الْعَشَقِ
تَعَالَى حَسْبُنَا عَمَّا يَقُولُونَ
بَلَاءُ الْعَشَقِ يَا أَتَقَى بَلَاءُ

(۸۴)

عیدست ساقیادری میخانه باز کن
ہنگام زہد و تقویٰ گذشت و رفت
پیمان توبہ بشکن و پیمانہ ساز کن
بنگر بہ پیچ و تاب دل سو گوار من
دو حقیقت ست، و دایع مجاز کن
بنا بہ ما، تجلی جاں بخش، دل کشا
کو تا ہی تطاول زلف دراز کن
امروز، روز عیش و نشاط و سرور هست
طرز واداء و غمزہ عاشق نواز کن
گرچہ قناعت ست کہ دل را غنی کند
جو دو عطا و لطف بہ اہل نیاز کن
اے دل اگر غنا طلبی، ترک تاز کن

تا صبح وصل در نہ دہد ہر شب اے نیاز
چوں شمع آہ و گریہ بسوز و گداز کن

(۸۵)

شاہ عشق آمد و شد تحت نشین بردل من
شمنہ عقل بد رشد ز حد کشور من
ہمہ تن دیدہ شدم، بہر تماشاے کسے
ہر سیر موئے من ست ہم سیر چشم سیر من
می شون جلقہ نشین، بر منظر بالہ ماہ
ماہ رویان جہاں گر دیری پیکر من
واعظا جنت من سینہ پر داغ مع سرت
دل برم خور من و چشم ترم کوثر من
بس فرو مانده جناح ملکوت از پرواز
در مقامے کہ رسید این دلک بے پر من
یا فتد عالمیاں تاب دگر از نور من
چوں ز آفاق جہاں گشت بلند اختر من

تا شوی محرم اسرار حقیقت چو نیاز
سایہ ساں باش پس و پیش و رہبر من

ردیف "ہ"

(۸۶)

من پاک باز عشقم، ذوق فنا چشیدہ
بد پردہ ہائے وہمی مارا حجاب دیدہ
گلگشت غنچہ دل، دل بستگیش واسد
چوں آفتاب معنی، بر جان من درخشید
من نور ذات حقم لے صاحب بصیرت
در صورتی نظر کن اندر مرقع خلق
روح الہیم من، جان فدائیم من
من جلوہ گاہ ذاتم، ہم مظہر صفاتم
آئینہ پر صفایم، جام خدائیم
سلطان بے نیازم، چوں سرور سرورم
از جام عشق مستم، مستانہ استم
زاہد بہ گیر بر من، بگذر ز گفتگویم

قول نیاز بشنو، یعنی ز خود بروں شو
چوں از خودی برائی، باشی خدائید

(۸۷)

از دولت دیدارت ہر ذرہ چوں گنجینہ
ہر شب چو شب قدرست ہر روز چو آدینہ
ہم نور و سروری تو، ہم دیدہ و ہم سینہ
اے عکس نمائے تو! ہر ذرہ چوں آئینہ
نظار گیانہ را، ہنگام تماشایت
پیدائی و پنهانی، ہم صورت و ہم معنی

ایں حُسنِ مجازِ ما، در چشمِ حقیقتِ ہیں
ہم عینکِ بینائیِ ست، ہم قنطرۂ وزینہ
اندر من و او، ہر دم، رازے و نیائے ہست
روشن بُودایں معنی، بر سالکِ دیرینہ

ردیف "می"

(۸۸)

اے جلوہ گزِ رویت، ہر وجہ و ہر رُتے
اے قبلہ ایمانم، وئے جانِ دل و جانم!
با آنکہ نہ می زائی از وسمہ رنگ و بو
می بینم "انا بحتی" زن، ہر ذرہ بہر تو
اندر دلِ ہر قطرہ، دریا ست بہ موج اندر
ایں جملہ ضما ئر را، مرجع توئی لے جانان
راہ تو و کوئے تو، ہر راہ و ہر کوئے
رہ سوئے تو گردانم، ہر طرف و ہر سوئے
رنگ تو و بوئے تو، ہر رنگ و ہر بوئے
یا "عظم شانے" گو، ہر تائے و ہر موئے
خود بحر محیط ست این نہرے و ہر جوئے
تعبیر ز تست اینک ہر حالے و ہر رُتے
اندر رہ عشق تو، رفت ست نیاز از خود
از تست کز وہست این ہر ہائے و ہر موئے

(۸۹)

گر بر سیر بالینم، نازاں بہ خرام آئی
تا پنچہ عشقت شد ہم دستِ گریبانم
ایں آہِ دلِ سردم، وینِ نگِ بُخِ زردم
لے رشکِ مسیحایم، از بہرِ داوایم!
خاکِ رہِ کوئے تو، ایں طرفہ اثر دارد
جاں از سیر تو یابم، ہم تاب و توانائی
از قبضہ دستم شد، دامنِ شکیبائی
بار از دروں ہر دم، دارد سیرِ سوئی
چوں بردلِ شیدا یم، یک جلوہ نہ فرمائی
ہم صندلِ درِ دسرا ہم سرمہ بینائی

بُوئے به نیاز آمد، از طرّه مشکینش
از خود به رمید آخر این آه بُوئے صحرائی

(۹۰)

سزد آن که دم زخم من ز کمال کبر بانی
همه این صفات و ذاتم، که با عالم شهوت
نظرے بصورت تم کن، به نگاه دیدۀ دل
همه بهمت ست بر من، که تو گوئیم "منم من"
که سوائے حق نه بینم به وجود بے قبائی
به خدا که دوست پیدا، به لباس با سوائی
که نمایند سراپا، همه جلوه خدائی
که نه من من ست این من، از خداست خود نائی
همه دلبری و ناز ست که بصورت نیاز ست
چو نیاز شان خاص ست ز شیون دلربائی

(۹۱)

بر بود ز دست این، دلم اعجاز نگاہے
هند و شود و چشم سیامت به پرستد
اعجاز نگاہ تو کند، زنده جاوید
بر آوج تماشاے رُخت کنیت هوا گیر
زان ست مرا همدم دم ساز نگاہے
گر بر فگنی، بر بُت شیراز نگاہے
اے رشک مسیحا! به من انداز نگاہے
گو طائر قدسی ست به پرواز نگاہے
چون ناز ترا زینت و زیبای نیاز ست
ز مبد که بر او فگنی از ناز نگاہے

(۹۲)

از خلق جدا هستی و هم در همه بانی
بے نام و نشان بودی، و گنجینه پنهانی
بر وحدت تو هست غرض کثرت شانت
هم شاه جهانی، به سرت افسر شاهی
از جمله مبرائی و در جمله در آئی
از بهر شناسلے، خود صورت مائی
یک شان تو خلق ست، و گر شان خدائی
هم دلق به برداری و هم شکلی گدائی

ہم منتکھت مسجدی و سجدی و سستی
 ہم بارکش خرقہ و ہم رند قباپوش
 ہم صوفی و رقاصی و ہم صورت مطرب
 ہم نامہ جاں کاہی و ہم خندہ جاں بخش
 ہم بلبل شیدائی و زاری و زاری
 ہم خطی و ہم خالی و ہم چہرہ زیبا
 ہم خرمن گلزاری و ہم برق تبسم
 ہم شوری و ہم فتنہ و ہم آفت جانی
 ہم خنجر مژگانی و ہم تیغ دوا برو
 ہم قاصی و ہم مفتی و ہم حکم شریعت
 ہم عاقل و ہشیاری و ہم بے ہوش و مست

ہم دوش بہ زناری و دربتکدہ ہائی
 ہم رند سراپائی و ہم ترک ختائی
 ہم چوبی و ہم تازی و ہم صوت صلائی
 ہم سوزی و ہم سازی و ہم درد و دوائی
 ہم درچمن و ہر گل و ہم جلوہ منائی
 ہم کا کل مشکینی و ہم زلف دوتائی
 ہم دیدہ فتائی و بالائے بلائی
 ہم غمزہ و ہم شیوہ و ہم ناز و ادائی
 ہم تیرنگہ در ہدف سینہ مائی
 ہم گفتہ "انا بحق" بہ سر دار برائی
 ہم واعظ و ہم پیر و ہم مغیبہ ہائی

ہم مرشد کل گشتہ بہ شکل شہ جیلان
 بر روضے نیاز آئی و ارشاد سنائی

(۹۳)

اے دل تو چنیں در شغب و شور چرائی ؟
 وے دیدہ بگو، صورتِ ناسور چرائی ؟

اے سینہ من ریش دل از بہر کہ داری ؟
 وے نخت جگر، سوختہ، چوں مٹور چرائی ؟

اے خندہ من صورتِ گریہ بہ چہ گشتی ؟
 وے صبح جبینم شبِ دیخور چرائی ؟

اے راحتِ جاں، شکلِ عنم آمدہ چونی ؟

وئے جان من آزاری و رنجور چرائی؟

در معنی "فی انفسکم" غور و نگہ کن

معشوق بہ برداری و مہجور چرائی؟

دل داری تو نزدیک ترست از رگِ جان

افتادہ بہ پندارِ دوئی، دور چرائی؟

خیرشیدِ جمالِ رُخِ محبوب عیاں ست

اے نشہ پرک دیدہ جاں کور چرائی؟

جاناں بہ جہاں ست چو دریائے بہ قطرات

چوں قطرہ بہ دریائی و در شور چرائی؟

از زندگی افزائے لبِ ساقی سرست

مئے نوش کن وہاں بہ لبِ گور چرائی؟

اے زاہدِ افسردہ بیا و بہ خدا شو

در حرصِ بہشت و ہوسِ حور چرائی؟

یک جو نہ دہم قیمتِ این طاعتِ مہمل

بر تکیہ این زہد تو مغرور چرائی؟

بر قولِ نیازست اگر علمِ یقینت

پس دیدہ و دانستہ بہ دستور چرائی؟

(۹۴)

بر چشمہ خورِ سحاب تا کئے؟

در ماؤ تو این حجاب تا کئے؟

بینم بہ غلطِ سراب تا کئے؟

بر چہرہ تو نقاب تا کئے؟

بر دیدہ ما حجاب از ماست

بر بحرِ حقیقتم گذر دہ

یک حرون ز عشق خود سبق ده خوا نم قصص کتاب تاکئے؟
 بے خود ز خودم کن وہ خود دار مانم بہ خودی خراب تاکئے؟
 مستم بہ کن از نگاہ مستت دارم ہوس شراب تاکئے؟
 باشم با تعلقات ذرات واماندہ ز آفتاب تاکئے؟

اے دل بر من جمال بنما
 وے جان من این حجاب تاکئے؟



نعت و مناقبت

(۱)

امیر المومنین صدیق اکبرؑ	امام المسلمین صدیق اکبرؑ
رئیس العاشقین صدیق اکبرؑ	انیس العارفین صدیق اکبرؑ
رفیق مصطفیٰ در غار تاریک	نہ بودہ غیر ازین صدیق اکبرؑ
نثارِ ماحضر بر مصطفیٰ کرد	برائے کارِ دین صدیق اکبرؑ
مبیین اندر کمالات نبوت	ز اُمت بہترین صدیق اکبرؑ
نبیؐ را داد حق تسکین بہ معراج	بہ آواز ہمیں صدیق اکبرؑ
امام ہر کہ و مرہ از صحابہؓ	کہ شدائے دل جزاں صدیق اکبرؑ
بہ اجماع صحابہؓ شد مقرر	نبیؐ را جانشین صدیق اکبرؑ

نیاز از بہر آں مداحش آید
کہ بود ستاین چنین صدیق اکبرؑ

(۲)

خواجہ خواجگان معین الدینؒ	فخر کون و مکان معین الدینؒ
سرِّ حق راہیاں معین الدینؒ	بے نشان را نشان معین الدینؒ
منظر و جلوہ گاہ نورِ قدم	آفتابِ جہاں معین الدینؒ
مرشد وہ رہ نمائے اہل صفا	ہادی انس و جان معین الدینؒ
عاشقان را دلیلِ راہِ یقین	سرِّ راہ گماں معین الدینؒ
خواجہ لامکان و قدس مقام	آسماں آستان معین الدینؒ

قرب حق اے نیاز اگر خواہی
سازِ وردِ زباں معین الدینؒ

دلا خاک رہ کوئے محمد شو محمد شو
 بہ ہر دم سجدہ جاں سوئے ابروئے محمد کن
 بر روئے قبلہ روئے محمد شو محمد شو
 اسیر حلقہ موئے محمد شو محمد شو
 سراپا سیرت و خوئے محمد شو محمد شو
 بیا، دلدادہ بوئے محمد شو محمد شو
 نیاز اندر دلت گر ہر عرفان خدا باشد
 فدائے شان دل جوئے محمد شو محمد شو

ز بے عز و علای منتہائے اوج انسانی
 امیر عالم امری، شہِ معمرہ خلقی
 نبی پرنی، و مہبط تنزیلِ فرقانی
 ادیبِ علوی و سفلی، رسولِ انسی و جانی
 جیبی، سیدی، محبوبِ خاصِ انجاسِ بانی
 کریمِ اکرمِ الخلق، سراپا فیضِ رحمانی
 چو شمع صبح در بر مش، نہ اندہ ماہِ کنتانی
 ز تاب شعلہ حسنش کند خورشیدِ رخسانی
 بہ یک چشمک زداید از رخس زنگارِ امکانی
 محمد غیر حق نہ بود بہ حکم ذوقِ عرفانی
 کہ "اِنِّی عَبْدُکَ" گوید بہ جائے قولِ سبحانی
 نیاز اندر دلت گر پر تو رخسار جاگیرد
 نہ بینی تا ابد روئے پریشانی و حیرانی

زہے عز و جلال بو ترابیٰ فخر انسانی
 ولی حق، وصی مصطفیٰ دریائے فیضانی
 علی مرتضیٰ مشکل کشائے شیر یزدانی
 امام دو جہانی، قبلہ دینی و ایسانی
 امیر کشور فقیری، شہر اقلیم عرفانی
 انیس محفل انسی، جلیس مجلس قدسی
 مہر ظلمت کشائی، متعل تاریکی عالم
 بہ راہ حق نمائی، ناقہ ہائے کار دانش را
 پیغمبر بر سر منبر نشست و خواند مولایش
 عجب نبود بہار بے خزاں باغ محبتاں
 سرور جان خاصانی، نشاط روح پاکانی
 سراپا جلوہ نوری، تمامی مہر تابانی
 نہ باشد جز ہدائے او، کسے دیگر جدی خوانی
 کہ تا مولائیش را باشد اندر خلق جہانی
 کہ می بارد دبر او، ہر محظہ ابر فیض و احسانی

نیاز اندر قیامت بے ررسان خواهد شد
 کہ از حُب تو لائے علی رضی داری تو سامانی

بدہ دست یفتی اے دل بہ دست شاہ جیلانیؒ

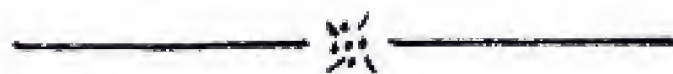
کہ دست او بود اندر حقیقت، دست یزدانی
 امیری، دست گیری، غوث اعظم، قطب ربانی
 حبیب سید عالم، زہے محبوب سُبجانی
 نشان شان بے چونی، بیان سر مکنونی
 بہ سیرت مثل پیغمبر، بہ صورت مرتضیٰ رضی ثانی
 سراپا جلوہ حسنی، تمامی مہر تابانی
 کند یعقوب بیش گریبا شد این جا ماہ کنعانی
 زبائے پاک او فخرے ست، دوش پاک بازاں

حیاتِ تازہ بگرفتہ آزاو، دینِ مسلمانی
 شبِ بختِ یہ را ذرہ ہر ش کند صبحی
 فروز و نغمہ نطفش رُخِ شامِ غریبانی
 بہ بختِ از رہ فیاضی ادنیٰ بے نوائے را
 گدایانِ درش دہیم شاہی، تختِ سلطانی
 ملائک "طرقوا" گویاں روند اندر رکابِ او
 جلوداری کنند او را خواصِ انسی و جانی
 نیاز اندر جنابِ پاکِ او از قدسیاں باید
 کہ آید جبریلؑ از بہر کارِ او و در بانی

(۷)

ولادتِ طلبِ بکشا، بہ درگاہِ شہنشاہی
 نظامِ الدین و الملت علیہ رحمت اللہ
 امیرِ عالم آرائے، ظہیرِ دین و دُنیا ئے
 شہنشاہِ علیؑ جاہی، نبیِ شاہِ حق آگاہی
 محیطِ فیض و ارشادے، بہ علمِ فقرِ استادے
 سراپاِ حُسنِ جاں بخشے، ہمہ جانانِ دل خواہے
 دُرِ دریائے تجریدے، گلِ بہتانِ تفریدے
 بہ شکلِ صورتِ انساں نمایاں ذاتِ اللہ
 شہستانِ جہانِ شد، ہجورِ دئے روشنے روشن
 کہ طالعِ گشتہ از آفاقِ عالمِ این چنین ماسے

گرفته صورتِ فانی، بہ بزمِش سیرتِ عالی
 زبانِ شمع شد در مدحِ اُو مرغِ سحر کا ہے
 بہ خاشاکِ وجودم، زدنگا ہے گرمِ اُو آتش
 بروں از آسماں شد شعلہٗ مُشتِ پر کا ہے
 ز شوقِ عشقِ محبوبِ الہی آں چناں گشتم
 کہ تصویرِ مصوّر در کشد بر صورتِ آ ہے
 چہ غم داری نیاز از رفتنِ تنہا ازین عکالم
 کہ سلطانِ المشائخ یا رجاں با توست ہمرا ہے



تنوایات

(۱)

دعاء

صَرَفْنَا اللَّيَالِي رَأْيَا مُهْمَا
 نگاہے بہ ما اے خدا برنگن
 ز تبلیس ابلیس ناچارہ ایم
 بہ خاتم بہ دہ اے خدا زین بلا
 مُرَادَاتِ یَارَانِ ایں انجمن
 بہ ہر احتیاجے کہ دارند پیش
 برار بابِ ایمان، کشا بابِ رزق
 شفا دہ مریضانِ اسلام را
 بہ کن از سر دین داران ادا
 نگہ دار بہ حالِ اہل سفر
 کسانے کہ محزون و افردہ اند
 تَرَحُّمُ عَلَیْهِمْ رُدَّتِ الْعِبَادُ
 کسانے کہ کردند خود را خراب
 تَفَضُّلٌ عَلٰی خَالِهِمْ یَا کَرِیْمُ

مِنْ الْعُسْرِ بِالْمُعْصِيَةِ وَالْهَرَى
 لَقَدْ لَقِضَى الْعُسْرُ طَالَ الْحَزَنُ
 بہ تبعیتِ نفسِ آمارہ ایم
 بہ کن دُور ایں نفس و شیطانِ ما
 برآور بہ لطفِ خود اے ذوالمنن
 روا کن خدایا بہ احسانِ خویش
 کہ مفلس نہ مانند ایشان ز صدق
 برایشان کشا، بابِ انعام را
 تمامی فرائض بہ کُتبت و عطا
 کہ در رہ نہ یا بندِ نقص و ضرر
 بہ حُتِّ علیؑ نیز غم خورہ اند
 أَجْرُهُمْ مِنَ النَّارِ يَوْمَ التَّنَادِ
 بہ غم ہائے آلِ رسالت مآب
 بِإِحْسَانِكَ الْمُسْتَمِرُّ الْقَدِيمُ

بہ دہ مومنان را توفیق و ظفر

بہ کن کافران را ذلیل و بتر

ہمراوست

یارِ من با کمالِ رعنائی
 عشقِ بازی بہ خویشن دارد
 در ازل دیدہ بر رخس واکرد
 در بطولش نمود عشق مقام
 شد چو حُبِ نظارہ دامن گیر
 از تقاضائے حُبِ جلوہ گری
 خواست آں حُسن بے نظیر و مثال
 ناگہاں کرد اَمْر کُنْ فیکوُنْ
 شد ہزاراں ہزار شکلِ غریب
 یک جہانے ز جنس جن و ملک
 خود بر آمد بہ شکلِ این اکواں
 ہست عالم تمام مرآتش
 طرفہ ترا این کہ رای و مرآت
 یک اندر جہان کہنہ و نو
 ہیچ کس را نہ یافت این قابل
 آخر الامر سوئے آدم دید
 خود تماشا و خود تماشائی
 غیرتش تاپ غیر کئے دارد؟
 خویشن را بہ خویش شیدا کرد
 شد مسافر سکونت و آرام
 گشت مطلق بہ دام، قید و اسیر
 آمد اندر حصارِ شیشہ، پری
 متجلی شدن بہ این امثال
 نقش بستہ جہانِ بو قلموں
 از تجلی نورِ ذاتِ حبیب
 و اں دگر از عناصرست و فلک
 حسبِ درخواست حضرت اعیان
 کا ندر و ظاہرست آیاتش
 جُزئی کے نے چہ گویت، سہبات
 جسٹ جوئے نمود و بانگ و دو
 کہ ظہورش بُود، در او کامل
 بہتر و خوب تر از عالم دید

مُتَقَفِّصَ بِاصْفَاتِ تَنْزِيهِی
 زِی سَبَبِ شَدْ خَلِیْفَ اشْ اِنْسَانِ
 اُوسْتِ آئِنَهٗ، صَاحِبِ الْوَجْهِیْنِ
 رُوئے مُوئے خُصَائِصِ رَبِّی
 سَجْدَهٗ اشْ بِاِنْقَائِصِ عِبْدِی
 پَسِ هُمُوں سَاجِدِ سَتِ وَهْمِ سَجُودِ
 جُزْ عَدَمِ نِیْسَتِ غَیْرِ ذَاتِ خُدا
 مَہْلے ہِستِ اِنچہ گُفْتِ نِیازِ

بایدت گر براین دلیل، گواہ
 کن نظر جانبِ کلامِ اللہ

(۳)

حقیقتِ مستور

اُمِرِ رَبِّی سَتِ رُوحِ وَ سَرِ کَرِ فِدَا سَتِ
 حَیْفِ دَرِ بِنْدِ جِسْمِ دَر مَانِی
 یارِ تُو ہر دمِ سَتِ بَا تُو کَلِیْمِ
 ہِمہٗ عَالَمِ پُرِ اَسْتِ اَزْ آوازِ
 باز کردنِ ہمیں بس سَتِ تَرَا
 بَشْنُوِی یکِ کَلَامِ نَامَقْطُوعِ
 ذِکْرِ بے کامِ و بے زباں اور اَسْتِ
 نَشْنُوِی صَوْتِ پَاکِ رَحْمَانِی
 حَیْفِ تُو نَشْنُوِی کَلَامِ قَدِیْمِ
 لَیْکِ دَرِ ہائے گوشِ خُودِ کُنْ بازِ
 بِنْدِ سَازِی رُہِ، شَنِیْدَنْ رَا
 اَزْ حُدُوثِ وَ فَنَا بُودِ مَرْفُوعِ

اول و آخرش چو بے حد شد
 عالم صوت از او ظهور گرفت
 رونق افزائے انجمن اوشد
 گریہ اظهار و نیا وردے
 بشنو آں بانگ پر سرور از گوش
 غرق شو، در میان بحر محیط
 نور بے رنگ مہر و وحدت ذات
 دیدہ ہائے دلت کہ نابین ست
 ورنہ وحدت کجا و کثرت کو؟
 تو کہ ہرگز نہ دیدہ ای آں نور
 تا نیفتد شعاع نور خدا
 کایں ہمہ ظلمت ست و نور دیگر
 ذات مطلق مثال کل باشد
 وین دوئی و تعین ست چو خار
 گل شوی، گر نظر بہ گل آری
 ورنہ تقید خار، در مانی
 تو نہ آئی، ہر آنچہ فہمیدی
 توئی نو خاستہ گل و گلشن
 اندر آں خار و گل، توفیق بہ کن
 گرچہ ہستند از یکے گلشن

زان سبب نام اوبہ آں حد شد
 از حضورش بساط نور گرفت
 فیض بخشائے ہر سخن اوشد
 نام آواز در جہاں نہ بدے
 کن فراموش خویش را ذی ہوش
 ذات بے کم و کیف نور بسیط
 وین تعین بود ہمہ ظلمات
 پیش تو نور سر بہ سراپست
 بوئے عنبر کجا، کجا بد بو؟
 چہ بہ دانی "حقیقت مستور"؟
 بردلت کئے شود ترا پیدا؟
 کئے شود این و آں بہم ہمسر
 مبدأ فیض جز و کل باشد
 می کشد ہر یکے از او آزار
 دامن جان کس نیا زاری
 خود بہ رنجی، جہاں بہ رنجانی
 گل نہ دیدی، تو خار را دیدی
 خار دانستی و شادی گلشن

تذکره

مجلس اول
مجلس دوم
مجلس سوم
مجلس چهارم
مجلس پنجم
مجلس ششم
مجلس هفتم
مجلس هشتم
مجلس نهم
مجلس دهم

مناجات و مستزاد

مناجات

الہی بہ حق نبیؐ امامؐ
 بہ حق امامؐ علیؑ مرتضیٰ
 بہ حق بتو لے کہ زہراؑ ستاؤ
 بہ حق امامؐ حسنؑ مجتبیٰ
 بہ حق امامؐ شہیدان حسینؑ
 بہ حق امامؐ شہ دین و داد
 بہ حق امامؐ کہ باقرؑ خطاب
 بہ حق امامؐ کہ اوجعفرؑ ست
 بہ حق امامؐ کہ موسیٰؑ ست نام
 بہ حق امامؐ علیؑ رضاؑ
 بہ حق امامؐ محمدؑ تقیؑ
 بہ حق امامؐ نقیؑ رہ منسا
 بہ حق امامؐ علیؑ عسکریؑ
 بہ حق امامؐ کہ مہدیؑ ست آں
 بہ حق ہمہ ذریاتِ رسولؐ
 بہ حق محبان و اتباعِ شاں
 بہ حق بنائے کہ بیتِ الحرم
 بہ حق ملائک کہ بر انقیاد
 علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام
 وصی نبیؐ و ولی خدا
 نثار جہاں را وے است آبرو
 جگر گوشہ شاہِ مشکل کشا
 شہادت از و یافتہ زب و زین
 کہ نامش علیؑ هست زین العباد
 شنیدیم اورا ز روئے کتاب
 بہ صدق و صفا خلق را رہ برت
 از و یافتہ شرع و دین انتظام
 لقب ضامن و ثامن آمد و را
 کہ دین نبیؐ شد از و مخبلی
 شفیع خلایق بہ روز جزا
 کہ سوئے حقیقت کند رہ بری
 جہاں منتظر کئے شود اُویاں؟
 کہ ہستند شاں حبلہ اہل قبول
 بہ حق غلامان و اتباعِ شاں
 بود نامِ او کعبۃ اللہ ہم
 کمر بستہ انداز سرِ اعتقاد

بہ حق صحائف کہ بر انبیاء
 بہ حق ہمہ انبیاء، اولیاء
 بہ حق کسانے کہ با مصطفیٰ
 بہ حق کسانے کہ با مرتضیٰ
 بہ حق شہیدانِ دشتِ کلا
 بہ حق شہنشاہِ دین، غوثِ پاک
 بہ حق غلامانِ این بارگاہ
 بہ حق کسانے کہ دیوانہ اند
 بہ حق حریفانہ، زندانہ و ش
 بہ حق قلندر و شاں، خاکسار
 بہ حق مشائخ کہ در راہِ دین
 بہ حق کسانے کہ در علم و فضل
 بہ حق کریمانِ دین متین
 بہ حق ضعیفانِ پیرانہ سال
 بہ حق جوانانِ اہلِ صلاح
 بہ حق ہمہ مومنانِ جہاں
 گناہانِ مارا بہ بخشائے رحیم
 بہ ہر مشکلاتے کہ داریم ما
 رہا نیدہ کشتیِ نوح را
 بہ گرداپ آفات، افتادہ ایم
 خدا یا تو ہستی غفور و رحیم

بہ تعلیم خلق آمدہ از سہار
 کہ بودند شاں خاصگانِ خدا
 شہادت گرفتند اندر غزا
 رفاقت نمودند اندر و غا
 کہ جاں باختند اندر رضا کے خدا
 نوازندہ از سمک تا سماک ✓
 کہ ہر فرد، فردست عالمِ پناہ
 بہ شمعِ جمالِ تو پروانہ آند،
 کہ از جامِ عشق تو اندبادہ کش
 کہ دارند از سلطنتِ ننگِ دعار
 بخوم الہدی اند، و شمسِ یقین
 بہ ترویجِ دین عمر کردند بزل
 کہ ہستند دین را نصیر و معین
 کہ دارند در یار سائی کمال
 عَلَیْہِمْ تَحِیَّۃٌ بِہ آبِ فلاح
 کہ بردین و ایمان شد مرگِ شاں
 کہ اِلَیَّ لَقِیْمٌ وَاَنْتَ الْکَرِیْمُ
 بہ فضلِ خود آساں بہ کنائے خدا
 ز آفاتِ طوفان، عالمِ رُبا
 نہ باشی اگر نا خدا، چوں رحیم
 نگہ دار مارا ز دیوِ رجیم

ہلاکم ز وسواسِ خاطر بریش
 بہ خولِ خود از معصیت دُوردار
 ز جملہ ذمائم، بری کن مرا
 تو خلاقِ مائی و مابندہ ایم
 تو غفار و ستار و آمرزگار
 بہ توفیقِ حسنِ عمل، کن مدد
 تو دانی کہ محورِ ضائع توأم
 ترا از قومی خواہم لے کردگار
 ز دنیا و عقبی نہ دارم ہوس
 طفیلِ حبیبِ خود اے بے نیاز
 چہ از کم ترین اُمتِ آں شہم
 مظفر و منصور دینش بہ دار
 جہاں روشن از نور اسلام باد
 علاماتِ کفر از جہاں دُور کن
 بہ دینِ نبیٰ رونقِ دہ تمام
 بدہ حاکمان را تو توفیقِ خیر
 تَفَضَّلْ عَلٰی جُمْلَةِ الْمُؤْمِنِیْنَ
 خصوصاً بہ حالِ من زار بین
 ربانی مرادہ، ز جنگِ بلا
 بدہ قوتِ دل ز دینِ خودم
 ز نورِ ہدایت چراغِ فروز

تسلی دل بخش از فضلِ خویش
 ز عصیان بہ ہر حال مغفوردار
 بہ خوبی و نیکی، قوی کن مرا
 ز عجز و زبونی سرافکنده ایم
 من از کردہ خویشتن شرمسار
 ز مقبولی خویش منمائے رد
 بہ دل جاں نثار و لائے توأم
 بہ لطفِ خود، ایں آرزویم برآر
 حصولِ تو دانشم مراہست بس
 بہ وصلِ حقیقی رساں از مجاز
 کمینہ غلامانِ آں در گہم
 دو عالم بہ زیرِ نگینش بہ دار
 برین آرزو دور ایام باد
 ہمہ کافراں را تو مقہور کن
 کہ بر شرح قائم شود خاص و عام
 کز ایشان نیابد سزایار و غیر
 لَسْنٌ لَا یَکُونُ وَاٰمِنَ الضَّالِّیْنَ
 کہ جز تو نہ خواہم بہ دنیا و دین
 بکلائے کہ بر پاست بر ما، ز ما
 قوی سینہ کن از یقینِ خودم
 شبِ تار مارا بہ کوہِ ہجور روز

منم در جہاں پُر گنہ عیب کوش
 وَضِيعَتِ عُمْرِیْ یَطْوِلُ الْأَمَلُ
 خمول و ظلوم و جہولم چناں
 لباس گمراہ از تورہ یافتند
 چہ باشد مرا، ہم کنی رہ بری
 پدر، خرقة زور و مکرو فریب
 لِسَانِي مَعَ الْقَلْبِ فِي الْإِعْتِرَافِ
 بہ قید تن و بند جسم اسیر
 توئی دادگر، توئی فریاد رس
 توئی شاہد بزم کون و مکان
 منم بندہ پُر گنہ، شرمسار
 فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِي شَفِيعًا غَفِيقَ
 منم ماہی قلزم بے کراں
 بہ خشکی ہمہ عمر سر کردہ ام
 بہ ہر سوئے بھر خردم، زین سرب
 در معرفت بر دل من کشائے
 وَحَبِّ مِنْ لَدُنْكَ الضَّيِّقُ الْمُنِيرُ
 بہ گیر از من دوا، من و ما نسیم
 خطے برگناہ وجودم بہ کش
 شراب محبت بہ نوشاں مرا
 نہ دانم کہ من کیستم خلق کو؟

ہمہ عیب من پوش لے عیب پوش!
 وَكُنْتُ مُصِيراً لِّسُوءِ الْعَمَلِ
 کہ گویند بنندگان "الاماں"
 بہ دیدند از تو، بہ تو ساختند
 کہ کردم ز ہر عیب و نقصاں بری
 کہ بر فقر کے بخشد ایں جامہ زیب
 لِسُوءِ الْخِصَالِ وَبِالْإِعْتِرَافِ
 منم پائے در گِل، توئی دست گیر
 توئی بے کس، وز ورا را زور و کس
 توئی نور بخش زمین و زماں
 توئی آفرینندہ، آمرزگار
 أَكُنْ فِي مُحِيطِ الْبَلَاءِ يَا غَرِيبُ
 کہ افتادہ ام در سرب جہاں
 در امواج خاکی بسر بردہ ام
 کہ از پائے تا سر شوم، غرق آب
 کہ تا بد نظر جز تو از ما سوائے
 فَإِنَّا نَفَعُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرُ
 کہ ایں ست گبری و ترسا نسیم
 خلاصم بہ فرما، ازین کش مکش
 جہاں ساز از اہل ہوشاں مرا
 بہ جز تو نہ دارم بہ کس گفتگو

خبرده الہی مرا، زان مقام
 ز دنیا و دینم ہمیں ست بس
 تجلی وہ اے شعلہ طور من
 ز خود بے خودم ساز لے ذوالجلال
 بدہ تاب اے نورِ جاں بالِعجل
 سحاب نمود مرا دور کن
 نہ ماند مرا ز سم و رسم خبر
 تو باشی ہمیشہ بہ ملک وجود
 بہ عجز و نیاز من اے بے نیاز
 کہ بے صوت می روید آں جا کلام
 نہ من دانم وئے مرا ہیج کس
 بہ سوزاں بہ یک جلوہ نور من
 فرہوشیم دہ، ز ہر قیل و قال
 ازاں بیش تر، کہ بیاید اجل
 تم را ز ثورت پر از نور کن
 نہ دارد کسے از نشانم خبر
 شہنشاہ و سلطان تحت و شہود
 تلمطف بہ فرما و با من بہ ساز

فَطَوَّبِيْ مِنْ قَلْبِهِ الْمُسْتَنْدِرُ
 يَنْوِيْهِ الْاَلِ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ

مستزاد

(۱)

اے دوست بہ ہیں در ہمہ سوئے خدارا
 با عین نگاہے
 می داں بہ یقین این ہمگی ما و شمارا
 مرآت الہی

خود بہر تماشائے رُخش آمدہ بیروں
 از چلہ خلوت
 کہ دلق بہ بر کردہ و گہورت دارا
 با حتمت و جاہے

کہ سوئے کلیسا شدہ ناقوس بہ دستش
 در پردہ نرسا
 کہ کردہ بہ دست آمدہ تسبیح و عصارا
 پوشیدہ کلاہے

گر مستکف مسجد و در کج تفرّد
پنہاں ز جہاں مند
گر شاہد محفل شدہ آن انجمن آرا
شک خود و ماہے
از روشنی عارض و از تابش سیما
وز کاکل و خالش
آورد دہروں این ہمگی صبح و مسارا
ہر شام و پگلے
گمراہ طریقے اگرش غیر بہ دانی
اے طالب مولیٰ
بہی ہمہ او گر ہمہ این ماؤ شمارا
آئی سوئے راہے
مانند نیاز آئی بروں از چہ ہستی
گر عاشقِ حقّی
زاں پس تو خدا باشتی و بینی تو خدا را
در ہر بر کاہے

مستزاد

(۲)

در کسوتِ نو آمدہ آن دل بر زیبا
ہر شام و پگلے
کہ ہر درخشندہ بر دئے ہمہ دنیا
کہ صورتِ ماہے
کہ فرش، گئے عرش، گئے بحر، گئے بر
کہ صورتِ قطرہ
کہ شکلِ صدف آمدہ، کہ گو ہر یکتا
گاہے بر کاہے
کہ دلّی بہ بر کردہ، بہ بازار بر آمد
در شکلِ گدایاں
کہ تاج بہ سر آمدہ، بر تختِ مُطلّا
کہ پیکرِ لیلیٰ شدہ، خود جلوہ گری کرد
کہ ہیکلِ مجنوں شدہ گر دید بہ صحرا
کہ خندہ کناں رنگِ گل آمد بہ گلستاں
کہ نعرہ زناں صورتِ بلبل شدہ شیدا
با حالِ تباہی
در فصلِ بہاری
بانالہ کو آہے

از روشنی چہرہ زیبائے ہونٹ
وہی ظلمت کفرست بہ کفار ہویدا
گفت ست چو خود کیشلی شئی
زاں پس بہ چہ ساں دامن و بنیم ہمہ اشیا
در خلق نیازاں سخن سیر حقیقت
ایں راز نگہ دار بہ کنج دل شیدا
ایں نور ہدایت
از زلف سیاہ
در حضرت قرآن
جز ذات الہی
بے پردہ مفرقا
با حفظ نگاہ

مستزاد

(۳)

سیر خفی از مطلع انوار برآمد
از بہر ظہورش پئے افکار برآمد
نادرہ عیاں شد
بر خود نگراں شد
خود گفت "انا الحق" بہ سردار برآمد
خود بود کہ آں بر سر انکار برآمد
سردار جہاں شد
تغزیر جہاں شد
خود بود کہ بر شاخ شردار برآمد
خود خمر شدہ از خم خار برآمد
در صورت انگور
مد ہوش کناں شد
خود معتکف مسجد و تسبیح بہ دستش
ہم خود ز در میکدہ سرشار برآمد
بر روی مصلی
بے ہوش رواں شد
کہ در ہم و دینار کہے خور و قہورست
کہ دست ازین شیشہ پئے یار برآمد
کہ طائب اینہا
یا بندہ آں شد
کہ شعلہ نوری شدہ بر طور بر افتاد
کہ نار شدہ صورت کلزار برآمد
تا خلق بہ ترسد
بسکفت جہاں شد

که مصحف و قرآن گه دید و پراست
 که دانه تسبیح از کفر نشان شد
 که نرم دل و صاحب اخلاق حمیده
 تمثال محمد قتال زماں شد
 که بر صفت ظالم خون خوار برآمد
 که شکل حبابی آں بود که آں شد
 که زار و گریه، گه ابرمطیرست
 در محطه به دریا شده هموار برآمد
 در شکل نیاز آمده این شرح و بیاں کرد
 با غور نگه کن نادان بگماں شد
 خود نیست نیاز آں که به گفتار برآمد

اردو

رکب الف

(۱)

مگر کون و مکاں مظہر ننگ نہ ہوتا
ہوتا نہ اگر اس کے تماشے میں تحیر
گر شانِ پمیر کی، بوجہل پہ کھلتی
اسرارِ حقیقت کے خبردار جو ہوتے
ہر آن میں اُس کا یہ نیا ڈھنگ نہ ہوتا
حیرت سے میں آئینہ منط دنگ نہ ہوتا
اسلام کے لانے میں اُسے ننگ نہ ہوتا
ہفتاد و دو ملت میں کبھی جنگ نہ ہوتا
ورنہ دل آگاہ مرا تنگ نہ ہوتا
امکان سے باہر ہے تری کہنہ کا پایہ
گر پردہ غفلت کو تو ہم سے نہ اٹھاتا
اے عشق نیاز آگے ترے سنگ نہ ہوتا

(۲)

چادرے موج کی نہ چھپے چہرہ آب کا
اپنا ہی کچھ تصرفِ اوہام ہے کہ ہم
ہم نکھیں مندی ہوئی ہوں تو پھر دن بھی لائے
کس کام کی یہ مستی موہوم کائنات
برقع حجاب کا نہ ہو برقع حجاب کا
چہرے پہ حق کے پاتے ہیں پردہ نقاب کا
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا
سیراب کب کرے تجھے دھوکا سراب کا؟

اپنا حجاب آپ ہے، تو اے میاں نیاز
اُٹھنے میں تیرے ہوتا ہے اٹھنا حجاب کا

(۳)

تمھارے عشق میں گرجان کے دینے سے میرا پڑتا
کہاں یہ عشق کا مرنّا، کہاں وہ موت سر پڑتا
کوئی دن جی کے آخر موت سے مرنّا ہی پھر پڑتا
یہاں بے روح قدسی ہوں، وہاں زیر زمین پڑتا
کہو حاسد کو تو بھی ساتھ میرے آ، یہاں گڑتا
زیارت گاہِ عالم آج ہے یارو، مزار اپنا

جو پروانے یا بلبل کی طرح مرنے سے تھم رہتا ہے
یہ سنگینی و سکی تیری وا غظاب پہ کھل جاتی
یہ رونا شمع کو اُسکے لئے تا صبح کیوں پڑتا ہے
ترا زوئے محبت میں اگر آ کر کے تو ترپتا ہے

نیاز آخر ترادل تحت رب العالمیں ہوتا
خس و خاشاکِ غفلت کے اگر یہ خوب سا جھڑتا

(۴)

لے دل جنابِ قدس میں تو کب سا ہوا؟
گنجائشِ خیالِ طلسمِ جہاں کہاں؟
دنیا کے پھیر میں ابھی تو ہے پھنسا ہوا
آنکھوں میں جس کے جلوہ حق ہو بسا ہوا
یہ بے طرح کا چور ہے دل میں دھنسا ہوا
پکا جو ہے، طلا ہے، کسوٹی کسا ہوا
معیارِ عشق پر زریہ تہمت لگا کے دیکھ

گھر کو تو اپنی ہستی کے ویران کر نیا ز
ہستی سے حق کی پھر وہ رہے گا بسا ہوا

(۵)

کیا جانے کس کی نگاہت میں نکلا کسا ہوا؟
اپنا تو ملک دل ہے کبھی سے اُجرٹ گیا
وہ شوخ ہاتھ قتل جہاں پر رسا ہوا
لیکن چراغِ داغ سے کچھ ہے بسا ہوا
ممکن نہیں جو پھر بے، یہ گھر گرا ہوا
ہر چند آہ و نالہ بہ صبح و مہسا ہوا
اس غنچہ لب کو دیکھا ہے جس نے منسا ہوا
کہہ کیا کرے کا دام سے تھپٹ کر پھنسا ہوا
یا اُس کی بُو میں پیرِ مین اپنا بسا ہوا
بن جی لئے جو نکلے یہ کافر دھنسا ہوا
سو بار بیچ رہا جو یہ افعی ڈسا ہوا
ہزار ہا نہیں سماتا ہے، جامے میں اپنے پھول
بیٹھا نہیں ہے ایسا، مرے دلیں درد و غم
مارا اتھاری زلف کا ہرگز نہ بیچ سکے

ہوں میں نیاز مند جنابِ امیر کا اس واسطے میں صاحبِ فکر رسا ہوا
 سن سن کے شورِ عشق کے حالات اے نیاز
 ڈر ڈر کے دل بغل میں ہے جاتا دھنسا ہوا

(۶)

عشق میں آعجب مزا دیکھا
 نکتہ "اَیْنُ مَا" سے واقف ہو
 بلکہ یہ بولنا تکلف ہے
 دیکھتا آپ ہے، سنے ہے آپ
 دید کی اپنے تھی اُسے خواہش
 صورتِ گل میں کھل کھلا کے ہنسنا
 شمع ہو کر کے اور پروانہ
 کر کے دعویٰ کہیں انا الحق کا
 تھا وہ برتر شاد و ماسے نیاز
 پھر وہی اب شاد و ما دیکھا

(۷)

یار کو ہم نے جا بہ جا دیکھا
 کہیں ممکن ہوا کہیں واجب
 کہیں بولا "بلی" وہ کہہ کے "اَلَسْتُ"
 کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
 کہیں فانی، کہیں بقا دیکھا
 کہیں بندہ، کہیں خدا دیکھا

۱۔ اشارہ ہے آیت کریمہ "اَیْنُ مَا تَوَلَّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ" کی طرف (یعنی تم جہر بھی رخ
 موڑو اسی طرف اللہ کا رخ ہے)۔ بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز کا
 حکم نازل ہونے کے وقت مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔

کہیں بیگانہ و ش نظر آیا
کہیں ہے بادشاہ تخت نشین
کہیں عابد بنا، کہیں زاہد
کہیں رقاص اور کہیں مطرب
کہیں وہ در لباسِ معشوقاں
کہیں صورت سے آشنا دیکھا
کہیں کا سر لئے گرا دیکھا
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کہیں وہ سازِ باجتا دیکھا
کہیں وہ در لباسِ معشوقاں
کہیں عاشرِ نیاز کی صورت
کہیں بریاں و دل جلا دیکھا

(۸)

مہارے دورے میں ہم نے ساقیِ عجب ہی دورِ شراب دیکھا
ادھر تو واعظ گرا پڑا ہے، اُدھر کو زاہد خراب دیکھا
جو ایک تھیلی میں جڑے کل ہو، اور ایک قہارے سے ہوئے دیا
تمام عالم میں توڑنے مہدم، کوئی بھی مثلِ حباب دیکھا ؟
وہ سرت مئے خوارِ ادھر کو آیا، مگر یہ لالچ ہے اُس کو لایا
کہ میرے خوں کو شرابِ کلگوں، دل و جگر کو کباب دیکھا
جمن میں بزرگس کہیں ہے بیمار اُس کی آنکھوں کو دیکھ کر کے
کہیں ہے زلفوں کے غم میں سنبھلنے ہائے کیا پیچ و تاب دیکھا
مہارے مکھڑے کو نیچے زلفوں کے دیکھ کر کیا مثال کہئے
برائے گفتن مگر یہ کہئے کہ جبرِ زیرِ سحاب دیکھا
ہنیں ہے دھوکا کچھ اس میں لے دل ! کہ یہ دھوکا طلسمِ عالم
جو کچھ سنا تھا سو ہے فسانہ، جو کچھ کہ دیکھا، سو خواب دیکھا

نیا زالیسا وئی برحق کہ پیر و مرشد ہو اولسیا، کا
بتا تو اُمت میں اُس نہی کی کوئی بھی بن ہو تراب دیکھا

(۹)

جوں ہی آمد آمدِ عشق کا، مجھے دل نے مژدہ سنا دیا
خرو و حواس و شکیب نے وہیں کو س کوُج بجا دیا

جیسے دیکھتا ہی محال تھا، نہ تھا اُس کا نام و نشان کہیں
سو ہر ایک ذرے میں عشق نے، ہمیں اس کا جلوہ دکھا دیا

کروں کیا بیاں میں ہم نشیں، اثر اُس کی لطف و نگاہ کا
کہ تعینات کی قید سے، مجھے ایک دم میں چھڑا دیا

مرے چکھنے کے لئے ایک جرعه بھی اُس شراب کا تھا بہت
تو نے سیرِ حتمی سے سا قیا، میر ختم کوئے کے ٹھپکا دیا

مجھے عشقِ دل سے ہی کام تھا، نہ کہ استخوان کو چھونکنا
غضب ایک شیر کے واسطے، تو نے نیستان کو جلا دیا

ترہی نا صحابہ چناں چیں، کہ ہیں خود پسندی کے سب قریں
نہ دکھائی دے گی تجھے کبھی، کہیں جو بھی کسی نے بھجا دیا

رکھے ہیں نیا زیہ اہل دل، ترے شعر سننے کا اشتیاق
غزل ایک دوسری اور کہہ، تجھے حق نے فکرِ رسا دیا

(۱۰)

تو نے اپنا جلوہ دکھانے کو، جو نقابِ منہ سے اُٹھا دیا
وہیں محو حیرت و بے خودی، ہمیں اُٹھینا بنا دیا

وہ جو نقشِ پا کی طرح رہی تھی نمود اپنے وجود کی
سوکشش نے دامنِ ناز کی، اسے بھی زمیں سے مٹا دیا

کیا ہی چینِ خوابِ عدم میں تھا، نہ تھا زلفِ یار کا کچھ خیال
سو جگا کے شورِ ظہور نے، مجھے کس بلا میں پھنسا دیا
ذرا چھپ نکا، رقیب سے پڑی اس گلی میں تھی میری خاک
تو نے ایک جھونکے میں اسے صبا، اسے بھی وہاں سے اڑا دیا
رگ و پے میں آگ بھڑک اٹھی، پھنکے ہے پڑا بھی تن بدن
مجھے سا قیامتِ آتشیں کا یہ جام کیا بلا دیا ؟
یہ بہاں شعلہ حسن کا، ترا بڑھ کے سر بہ فلک ہوا
مری کاہِ ہستی نے مشتعل ہو، اسے یہ نشو و نما دیا
جی بھی جا کے مکتبِ عشق میں، سبقِ مقام فنا دیا
جو لکھا پڑھا تھا نیا ز نے، ابھی ایک پل میں مٹا دیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ ص ۷۷ وہیں حیرت و بیخودی نے آجھے آئینہ سا بنا دیا

لیکن مجموعہ 'نفر جلد دوم' صفحہ ۲۸۹ پر یہ مصرع اسی طرح درج ہے ص ۷۷
وہیں بحیرت و بیخودی، ہمیں آئینہ سا بنا دیا

۱۵ سے بجائے "نے" سخن شعرا صفحہ ۵۳۶۔ "نے" بجائے "سے" مجموعہ 'نفر جلد دوم' صفحہ ۲۸۹
سے بجائے نے۔ گلشن بے خار صفحہ ۲۲۳

۱۶ "مجھے" بجائے "کیا ہی" سخن شعرا صفحہ ۵۳۶ و گلشن بے خار صفحہ ۲۲۳۔ دونوں
تذکروں میں دوسرے مصرع میں "یہ" بجائے "سو" ہے۔

۱۷ مجموعہ 'نفر جلد دوم' صفحہ ۲۸۹ پر یہ مصرع اسی طرح درج ہے لیکن دیوان نیا ز مطبوعہ
کشموری ۱۹۳۷ء کے صفحہ ۴۲ پر یہ مصرع اسی طرح درج ہے ص ۷۷
جو لکھا پڑھا تھا نیا ز نے سو وہ صاف دل سے مٹا دیا

(۱۱)

خانقاہِ حِشت میں جس نے قدم پہلارکھا
قابِ قوسین اُسکے آگے ایک دنی ہے مقام
نقشِ ہستی مٹ گیا، نام و نشان سب اُٹ گیا
سخت مشکل ہے دلا، پھر اُس کا آنا اس طرف
دوسرا اُس کا قدم، پھر عرشِ بالا پر ہوا
واں پہنچ کر کچھ نہ پوچھو، کیا سے کیا وہ ہو گیا
صاف مطلع ہو گیا، جو تھا یہاں، واں کچھ نہ
ورنہ ان مردوں میں ہے جن کو مسیحائے جلا
کیا ہی جی کو بھائی ہیں باتیں یہ تیری لئے نیاز
قولِ حق تو ہم سمجھتے ہیں میاں تیرا کہا

(۱۲)

معمور ہو رہا ہے، عالم میں نور تیرا
اسرارِ احمدی سے آگاہ ہو سو جانے
ہر آنکھ تک ہی ہے، تیرے ہی منہ کو پیالے
حبِ جی میں یہ سمائی جو کچھ کہے سو تو ہے
ازماہِ تابہ ما ہی سب ہے ظہور تیرا
تو نورِ ہر شر ہے، ہر سنگِ طور تیرا
ہر کان میں ہوں باتا معمور شور تیرا
پھر دل سے دُور کب ہو، قرب و حضور تیرا؟
گو سرِ معرفت کو پاوے شعور تیرا
مگر حرفِ بے نیازی، سرزدِ نیاز سے ہو
پیتے میں خاک کے ہے پیالے غرور تیرا

(۱۳)

اے دل کہیں نہ جائیو، زہنار دیکھنا
خوہاں کا اس جہاں کے تاشا جو تو کرے
نیرنگیوں سے یار کی حیراں نہ ہو جیو
لئے دل قمارِ عشق میں ٹک دیکھو سنبھل
اپنے ہی بیچ یار کا دیدار دیکھنا
آئینہ دارِ طلعتِ دل وار دیکھنا
ہر رنگ میں اُسی کو نمودار دیکھنا
بازی نہ دیکھو ہار مرے یار دیکھنا
انکارِ واں نہ کیجیو زہنار دیکھنا
گر نقدِ جاں طلب کرے، وہ شوخ دلربا

ہرگز دوا نہ کیجیو اس غم کی اسے نیا ز
سب راحتوں سے اس کو مزیدار دیکھنا

دلچٹ

(۱۴)

شکر غم آ پڑا اقلیم دل پر ٹوٹ ٹوٹ
دیکھ کر نیرنگیاں تیری اسیرانِ طیل
ملک بچائے پاؤں کو سنبھلا ہوا گھر سے نکل
کچھ بھی تجھ میں ہے مروت، اے بتِ نا آشنا
ہاتھ ہاتھوں کے کب کب ہے میاں تیری کر
گرم زورِ عدم کا ہوں اگر آؤ تو آ

یاں ندائے الایاں تھی، واں صدائے ٹوٹ ٹوٹ
ملت و مذہب کی قیدوں کے میں چھوٹ چھوٹ
پٹ گیا کوچہ ترا شیشے دلوں کے پھوٹ پھوٹ
تیری آنکھوں میں یہ حسرتی بھری ہے کوٹ کوٹ
جبکہ وہ رہ جائے شستِ نگر سے چھوٹ چھوٹ
سانس کو اب تک تو چھاتی ہیں کھلے ٹھوٹ ٹھوٹ

چل بہ چل ہے کارخانہ ہستی سو ہوم کا
چل نیا زاب حق سے مل اپنی خودی سے چھوٹ چھوٹ

(۱۵)

رات تیری یاد میں اتنا میں رویا چھوٹا چھوٹ
عقل و دین کی نسبتیں اتنا بے توان کی فکر میں
پتہ میں زلفوں کو آ کر کب نکل سکتا ہے دل؟
ہاتھ کو دُنیا دے دے، حجازِ طے لے پل و جدا
پیشہ دیوارِ ہستی میں شکست و ریخت
کیا کروں رازِ دروں کو اس کے چھپ سکتا نہیں

ٹوٹا پانی آنسوؤں کا، آنکھیں میں ٹوٹ ٹوٹ
یوں غنیم غم نے کس ویران ساری ٹوٹ ٹوٹ
گرچہ بھاگتا ہے وہ پنجے سے اجل کے چھوٹ چھوٹ
مٹ ستانا حق زمیں کو پاؤں اپنے کوٹ کوٹ
گر بنا اپنی بنی چاہے، بنا کر ٹوٹ ٹوٹ
ضبط کر کے تھا چھپا یا اب ملک تو ٹھوٹ ٹھوٹ

جوشِ زنِ عشق کی شئی اب خُمِ دل میں نیاز
گر ابلِ باہر گرے، گہ خُم سے نکلے پھوٹ پھوٹ

(۱۶)

اس تعین کی گرفتاری سے لے دل چھوٹ چھوٹ
یہ سب ادیان و مل ہیں شاخہائے یک درخت
جب تلک نمرود سا پندارتیرے سر میں ہے
لٹ رہا ہے گنچ عرفاں بردرِ شاہِ عرب
وہ جو تھے زندانِ ناسوتی کے مدت سے اسیر
خدمتِ مرشد میں رہ جوں برگِ گل ہمراہِ قند
آ، حبابِ سا، بہ دریائے حقیقت ٹوٹ ٹوٹ
ایک جڑ سے ہیں یہ نکلی ڈالیاں سب پھوٹ پھوٹ
سرزنش کی موگر سی سے سر کو اپنے کوٹ کوٹ
دیکھتا کیا ہے دلا، چل دونوں ہاتھوں ٹوٹ ٹوٹ
اوج لاہوتی کو پہنچے اک نگہ میں چھوٹ چھوٹ
فیضِ صحبت کب اٹھے جب تک نہ ملے ٹوٹ ٹوٹ

عالم بالا کو پہنچو گے کوئی دم میں نیاز
گر رکھا ایسا ہے، دُور آہ، دل میں گھوٹ گھوٹ

(۱۷)

م غنیمت خانہ دنیا میں کیا، کی لوٹ لوٹ
قاضی و ملا و مفتی، محتسب، ناہد، فقیر
چشمِ بد سے دُور رکھو، کیا ہی اب تاب ہے
دیکھ میرا خونِ اشک، اُس نے کہا شب بھکو دیکھ
کیا ہی نازک ہے میاں، تیرا گلو، نامِ خدا
تیرے بکنے پر مہنسی آتی ہے مجھ کو نا صحا !
تھے کئی دم جو رفیقِ اپنے گئے سب چھوٹ چھوٹ
سب گئے دورے میں تیرے میکدے کو پھوٹ پھوٹ
ہونگی یہ نکھیں بنائی موتیوں سے کوٹ کوٹ
تیری آنکھوں میں گئی میری حنا سب چھوٹ چھوٹ
ہے جھلکتا پان کا رنگ اس کے باہر پھوٹ پھوٹ
اب تلک تھم تھم رہا ہوں منہ کو اپنے کوٹ کوٹ

ابو عاشق ہو چکے ہو گئے جو ہوا سو ہو نیاز
عشقِ طفلوں کی نہ ہو بازی کہ جاوے لوٹ لوٹ

ردیف ر

(۱۸)

خاک کے پتے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور
عشق کے میدان میں آ، صورتِ انساں بنا
جن و ملک کے اوپر کر رہا ہے اپنا زور
سینے میں قلم کو لے، قطرہ کا قطرہ رہا
عاشقِ مولا ہوا، چاند کا جیسے چکور
جب ہوا جلوہ گر، تحتِ خلافت اوپر
ہائے یہ وسعت تری، اُن لے سمند کے چور
عالمِ ملکوت کے اُڑ گئے ہاتھوں کے مور
دل میں ہم اپنے نیا زہر رکھتے ہیں سو طرح کے راز
سو جھپٹے یہ بھید اُسے جس کی نہ ہو چشم کور

ردیف ر

(۱۹)

سمندِ ناز کی جب سے اباگ دی ٹنگ چھوڑ
جو خط جو ہری ممکن نہیں حکیم گئے
وہیں ٹھٹک رہی برہانِ سلمیٰ منہ موڑ
کب اُس کی تیرنگہ کا کسی سے ہوا انداز
تو اُس کی دیکھ کر کیا کرے کا توڑ اور جوڑ
کہاں تھی رات، کب بھر تھی، نظر نہ آئی رات
جہاں ہو پنچہ سو فار، بھال کا سر توڑ
نہیں کو تیری نہیں ہے، نہ ہے کو تیری نہیں
نقابِ زلف دیا شب جو اُس نے منہ پر چھوڑ
زمانہ ٹوٹ پڑے، پر نہ پلٹے تیری ہوڑ
دل ایسی کو نسی کل ہے جسے تو لے ہے مردوڑ
نمازِ شعر خیالی نہیں پسند عوام
غزل کہو تو کھونک خیالِ بندی چھوڑ

(۲۰)

ہمارے شیشہ دل کو جو توڑتا ہے ، توڑ
تو اپنی جو روح فاسے نہ در گذر پیارے
محبت اپنی نہ ٹوٹے گی آپ کے توڑے
یہ عشق ایسا چھلاوا ہے ، جسکے پھل میں دیو
ہر ایک رات شب قدر سے ہو روشن تر
جمالِ یار کے قابل نہیں مری آنکھیں
میں ایک بات بھی تیری نہ مانوں لے واعظ
چوئے ہے حضرت شبیر کے یہاں ریتی

پراسکو پھینکیو ٹک اپنی رد گذر کو چھوڑ
میں اپنی مہر و وفا سے نہ ٹوٹوں کبھی منہ موڑ
ہزار گونہ اگر توڑے گا ، نہ لوں گا جوڑ
دیوانہ ہو کہے ہے کس بلا کی مجھ پر کھوڑ
گرا پنہ منہ کو وہ مہر و بہمت شب لے موڑ
اب ان کو بند رکھوں میں ہمیشہ یادوں بھوڑ
کہے جو ایک سے توڑے کے تا بہ لا کھ کر دوڑ
جو سرخ رنگ رنگا چاہے جا ، دلائے لوڑ

اگر حقیقتِ عرفان کا ہے شور مچا
نیاز فکر سخن کر رہو مجاز کو چھوڑ

(۲۱)

حباب کی طرح اپنے تئیں بنا کے توڑ
بدن کے توڑے ہوا ہی کے ساتھ نکلے گا
تعینات کے نقطہوں سے ہے کثیر احد
صنم کو پوجے برہمن ، حرم کو مانے شیخ
سوائے مہشی حق کے جو کچھ نظر آوے
ازل سے لیکے ابد تک وہی ہے جو ہے سو

طریق حق میں یہی توڑ ہے ، خدا سے جوڑ
خدا ہی نکلے جو دیجئے خودی کا بھانڈا چھوڑ
وہی ہے ایک یہ دس ، سو ہزار لا کھ کر دوڑ
یہ دونوں ایک ہیں مانوں کسے کسے دوں چھوڑ
یقین جانو کہ یہ دو خیال کی ہے کھوڑ
بزنک بکیر رواں ، جس میں ہے نہ توڑ نہ جوڑ

عبث ہیں شعر و سخن کے یہ جوڑ توڑ نیاز
تو اپنے ذکر کی اور فکر کی طرف منہ موڑ

ردیف ش

(۲۲)

جس یار کی ہو یاد میں گھر بار فراموش
جو مست ہیں تجھ درس کے لئے ساتی رشار
گر بادہ توحید پیس اہل مشارب
پر دے کو طک اک منہ سے اگر یار اٹھا دے
یہ چہرہ زیبا جو برہمن کبھی دیکھے
گر کبک دری چال تری بانگی یہ دیکھے
ہوتا ہے کوئی دل سے وہ دلدار فراموش؟
ہو کیوں نہ اُنھیں خانہ خسار فراموش
ہفتاد و دو ملت کی ہو تکرار فراموش
ہو جاوےں ز خود مردم ہشیار فراموش
ہو جائے اُسے بُت کی پرستار فراموش
رہ جائے اچک اور کرے رفتار فراموش

جب دل میں کھنچا نیاز کے تجھ حسن کا فقرہ
ہو کیوں نہ اُسے صورتِ اغیار فراموش

ردیف ک

(۲۳)

غم کو طک کرتا ہے کم جریانِ اشک
سوزِ دل سے بھنک گیا سب رختِ تن
آہِ آتشِ بار کے سفلوں کو دیکھ !
گرتے گرتے تختِ کاہِ چشم سے
کھنکے آنکھیں معدنِ نورِ بھر
طرفہ رکھتا ہے اثرِ درمانِ اشک
اب ہے دستِ آنکھیں دامنِ اشک
آہِ پلِ پل سوکھتی ہے حبانِ اشک
بل کئے مٹی میں یہ خاقانِ اشک
آج کل کچھ ہو گئی ہیں کانِ اشک

ہیں جواہر خانہ وہ آنکھیں نیاز
جس سے نکلے ہیں درِ غلطانِ اشک

(۲۴)

کیا بلا ہے ان دنوں طوفانِ اشک
یا الہی زورِ گردوں سنبھال
پھٹک چکے تھے ہم تو اے یار و ابھی
جن کو آنکھوں میں سدا رکھتے تھے ہم
نہیں یہ آنکھیں منظرِ ایوانِ تن
کچھ نہیں ہوتا ہے رونے سے نیاز
نغہ ہے گر ہو کوئی نازانِ اشک

ردیف گ

(۲۵)

آتی ہے جب کہ نشہ توحید کی ترنگ
آنکھوں میں اپنے جلوہ نیرنگ چھایا گیا
سینے میں میرے آہ دھواں سا اٹھ ہے کچھ
سب کر چکی ہے اپنی حریم تعلقات
دریائے دل سے اٹھتی ہے موجِ اوسیت
گر دابِ دل میں زورِ گردوں جو غرق ہو
وسعت نہ ہوئے اسکے نیاز ایک ذرہ تنگ

(۲۶)

کس پیار کی نگاہ کا دل میں لگا خدنگ
کیا طرفہ اجتماعِ نقیضین ہے حکیم
مرگ و حیات اپنی ہوئیں دونوں ایک رنگ
آنکھوں کے وہ لڑنے میں کھتا ہے صلح و جنگ

جور و جفا میں تیری ہمیں لطف تازہ ہے
چشمِ سیر کی تیری ہوا اس پر پڑی نگاہ
داغِ جبین پر اپنے تو نازاں ہے زاہدا
ہیں تند خو، و سنگدل لے دل یہ نرم رو

ہوتا ہو تنگ حوصلہ کوئی ملول و تنگ
ہندو ہو تیری آنکھ کو پوجے بُتِ فرنگ
شاید ہمارے دشت کا دیکھا نہیں پلنگ
نکلے ہے دل سے شمع کے دیکھو شرارِ تنگ

بیٹھا جو ہے تو عشق کے دریا میں لے نیاز
دیکھا نہیں ہے اس کی بلا کا مگر ہننگ

(۲۷)

دکھلا رہا ہے شاہدِ نیرنگ اپنے رنگ
آتا ہے کس ادا سے وہ کافر بُتِ فرنگ
سوئے میں لطف کے ہیں جینا ہوا وبال
بلبل کو شکل گل ہو چمن میں رُلا دیا
تیر نگاہ یار میں جو زور توڑ ہے
وہ پارسا ہیں دور میں تیرے خرابِ ممت
فرشِ نشیں ہے خاکِ نشینوں کا بستر

دیکھ اسکی جلوہ گریوں کو ہیں عقل و ہوشِ تنگ
تیر نگاہ لیس رہے کیوں نہ بہرِ جنگ
پیار سا ہو، سر کے جھوٹے سے لٹکا ہے پھونگ
ہو شمع، انجمن میں جلا یا کہیں پتنگ
ناوکِ ادھر خجل ہے، ادھر تنگ ہے خدنگ
مستی کے نام سے جھپٹیں آتا تھا عار و تنگ
بے خانمان عشق کا تکیہ ہے نشت و تنگ

خونِ جگر رواں ہے یہ مجھ لے چشم سے
کہتے ہو تم نیاز جسے اشکِ سرخِ رنگ

رکیت ن

(۲۸)

دشتِ پیمائی سے ہے اپنی بیا باں نازاں
چاکِ ہاتھوں کے ہے عجیب اشکوں کے ترے دامن

اپنی پا پوش سے ہے خارِ مغیلاں نازاں
جیبِ نازاں ہے یہاں، اور ہاں اماں نازاں

فخیر ز بجزیر جنوں ہے یہ تری پابندی
بھنس گئے دام میں اسکے جودل جان جہاں
تجھ سے تو بچھ نہ سکی آتش غم بھی لے ابرہ !
ٹھک ذرا ہوتی ہے کم وحشتِ دل رونے سے
رشتک میں ہیں مرے آنسو سے تھے دیرِ یتیم
ہیں دل و جاں مرے شاہِ نجف پر قربان
لے نیاز اسلئے ہیں میرے دل جانِ نازاں

(۲۹)

کیا ہی پھونی بہار آنکھوں میں ؟
پھول کترے ہیں کیا عجیب و غریب
شیرِ مادر تھا یا شراب کہن
کچھ لڑی جاتی ہے نگہ اپنی
چھوڑ کر سینہ شاید آیا ہے
وحدت ایسی ہوئی ہے جلوہ نما
ہم کو نقاش ہے نظر آتا
جس کو سمجھے تھے قطرہ ہے وہ نیاز
قلزم بے کنار آنکھوں میں

(۳۰)

کچھ نہیں کھلتا مجھے میں کون ہوں صورتِ حیرتِ لہ ہوں یا فکلِ جنوں ؟

لہ مجموعہ نغز جلد دوم صفحہ ۲۸۹ پر یہ مصرع اس طرح درج ہے۔ صورتِ دشت ہوں یا بجنوں ہوں۔
مگر یہ کتابت کی تحریف معلوم ہوتی ہے کیونکہ "ہوں" ردیفِ وقافیہ ہے جسکی دونوں مصرعوں
میں تکرار محل نظر ہے۔ (مرتب)

عشق ہے سرمایہ دیوانگی
 آہ طالع نے مجھے رسوا کیا
 گر نہ بہتے تحت دل آنکھوں کی راہ
 حسن جاناں جلوہ گر ہر شے میں ہے
 کون پا سکتا ہے مجھ گم گشتہ کو

سحر کب پاتا ہے اس کو اور فسون؟
 ورنہ پنہاں تھا مرا زائرِ دروں
 رنگِ اشک ایسا نہ ہوتا رشکِ خوں
 دید میں اپنی نہیں کوئی زبوں
 دین ڈھونڈھے آگے یہ دنیائے دوں

جس نے پہچانا ہے اپنے آپ کو
 ہے نیاز اپنے قدم پر سرنگوں

(۳۱)

اگرچہ میں سیرِ بُتاں دیکھتا ہوں
 بنے جس طرح حق پرستی ہوں کرتا
 جو ربِ اکرم ہے، صنم بھی وہی ہے
 اے برہمن اور اے شیخ مانے
 ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا

وے جلوہ حق عیاں دیکھتا ہوں
 مگر خود پرستی زیاں دیکھتا ہوں
 حرم دیر میں یکساں دیکھتا ہوں
 یہ آپس کا جھگڑا یہاں دیکھتا ہوں
 سو وحدت کا دریا داناں دیکھتا ہوں

نیاز اب کہوں کس سے رازِ حقیقت؟

یہ عالم سراپا گماں دیکھتا ہوں

بھلا اک غزل اور بھی ایسی کہیو
 تجھے میں نصیح البیاں دیکھتا ہوں

(۳۲)

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
 نہ تن دیکھتا ہوں نہ جاں دیکھتا ہوں

خدا ہی کا جلوہ عیاں دیکھتا ہوں
 تجھی کو پنہاں اور عیاں دیکھتا ہوں

اگر کوئی جانِ جہاں غیر حق ہے
یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عین حق ہے
کہاں غیر ہے اور کسے غیر جانوں
جسے ذاتِ بے رنگ و بے جوں کہے ہیں

سو میں اس کو دھوکا لگاں دیکھتا ہوں
کہ اک بھر ہستی رواں دیکھتا ہوں
سوئی اٹکدھر ہے کہاں دیکھتا ہوں
بہر رنگ جلوہ کسناں دیکھتا ہوں

نیا زاب ہونا توانی سے تو پیر
وے عشق تیرا جواں دیکھتا ہوں

(۳۳)

ملکِ خدا میں یار و آباد ہیں تو ہم ہیں
دیکھا پرکھ پرکھ کر آخر نظر بڑا یہ
اپنا ہی دیکھتے ہو تم بند و بست یار و
پھیلا کے دامِ الفت گھرنے گھرتے ہم ہیں
ٹھہرا ہے عشق بازی دن رات کھیل اپنا
شادی و غم یہ دونوں اپنی ہی حالتیں ہیں
کارگیری کی اپنی یہ سب مصوٰری ہے
ہستی کے کاغذوں پر اپنے ہی دستخط ہیں
جو کچھ کہ یہ گڑھت ہے سو بے مٹوئی اپنی
روئے زمیں کے اوپر مانند گردِ بادی

تعمیر دو جہاں کی بنیاد ہیں تو ہم ہیں
گر نقد ہیں تو ہم ہیں نقاد ہیں تو ہم ہیں
گرداد ہیں تو ہم ہیں فریاد ہیں تو ہم ہیں
گر صید ہیں تو ہم ہیں صیاد ہیں تو ہم ہیں
گر قیس ہیں تو ہم ہیں فریاد ہیں تو ہم ہیں
دنگیر ہیں تو ہم ہیں رشاد ہیں تو ہم ہیں
تصویر ہیں تو ہم ہیں بہاد ہیں تو ہم ہیں
گرد و ہیں تو ہم ہیں صدا ہیں تو ہم ہیں
فولاد ہیں تو ہم ہیں خداد ہیں تو ہم ہیں
گر خاک ہیں تو ہم ہیں باد ہیں تو ہم ہیں

تعلیم اور تعلم سب ہے نیا ز اپنا
شاگرد ہیں تو ہم ہیں استاد ہیں تو ہم ہیں

(۳۴)

یہ تیری جلوہ گریاں آنکھوں میں چھا رہی ہیں
پیاری دامن تیری دل میں مہارہی ہیں

ایڈھر اشارتوں سے آنکھیں ہل رہی ہیں
 سچ دھج کو دیکھو اپنی فوجت بجا رہی ہیں
 جو آج غنڈے لیمیں ڈھو میں بجا رہی ہیں
 جیتکا نہیں ہے دیکھا باتیں بنا رہی ہیں
 لاکھوں ہی سر جو آگے اپنی تھبکا رہی ہیں
 وہ قتل کر رہی ہیں اور وہ چلا رہی ہیں
 تیری پیاری باتیں اُس کو بھا رہی ہیں

اُدھر تو زلفیں کھنچیں دل اپنی ہی طرف کو
 غمزنے کے لشکروں کو اپنا ہی طنطنہ ہے
 سوئے چمن ہوا ہے شاید گذر ممقار
 کھل جائیں تیری زنگس آنکھیں جو دیکھے کو
 محرابِ سجدہ کہئے 'یا تیغ اُن بھوؤں کو
 اعجاز کر رہی ہیں 'ناز و ادائیں تیری
 بھاتا نہیں ہے کوئی تجھ بن نیاز کو آب

کیونکر نیاز مانے اور دوس کی خوش کلامی
 اس کو تو پیاری باتیں پیارے کی بھا رہی ہیں

(۳۵)

رواں آنکھوں سے ہے سیلابِ گلگوں
 جو شیریں تجھ کو دیکھے کوہ کن ہو
 یہ دل وہ نیرِ حاکی ہے یارو
 ترے آئینہ رُخ کی صفا دیکھ
 الہی چشم ہے 'یا چشمہ خوں
 اگر لیلیٰ ہو 'یاں ہو جائے مجنوں
 بلا گرداں ہے جس پر مہر گردوں
 تحیر میں ہے اشراقِ فلاطوں

علیٰ مرقضی خستم الرُّسل ہے
 نیاز ایسے ہیں جوں موسیٰؑ کے ہاروں

(۳۶)

کافرِ عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں
 عشق میں پوجتا ہوں قبلہ و کعبہ اپنا
 بُت پرستی کے سوا اور مجھے کام نہیں
 ایک پل دل کو مرے اُسکے بن رام نہیں

لے اب متروک ہے یعنی ادھر

لے اب متروک ہے۔ یعنی اُدھر

ڈھونڈھتا ہے تو کدھر یار کو میرے ماہ!
 بوالہوس عشق کو تو خانہ خالی مت بوجھ
 بھانسنے کو دل عشاق کے الفت بس ہے
 کام ہو جائے تمام اس کا پڑے جس پہ نگاہ
 ابر ہے جام ہے مینا ہے منے گلگوں ہے
 ہائے رے ہائے چلی جاتی ہے یہ فصل بہار
 جان جاتی ہے چلی دیکھ کے یہ موسم گل
 دل کے لینے ہی تلک مہر کی تھی ہم پہ نگاہ

رات دن غم سے ترے ہجر کے لڑتا ہے نیاز

یہ دل آزاری مری جان اہل کام نہیں

(۳۷)

عاشق زار ہوں میں طالب آرام نہیں
 بے سرو پائی سے عشاق کو خطرہ کیا ہے
 نشہ چشم سے ہوں ساقی توحید کی مست
 بوالہوس پاؤں نہ رکھیو کبھی اس راہ کے پیچ
 بے نہایت ہے کہ پایا نہیں جس کا پایاں
 عالم عشق کی دنیا ہی نرانی دیکھی،
 زاہدا! حال مرادیکھ کے حیراں کیوں ہے؟
 ساقی مست کے دیدار کا سرشار ہوں میں

ننگ ناموس سے کچھ اپنے تئیں کام نہیں
 اثر عشق ہے یہ اگر دشمن ایام نہیں
 احتیاج اپنے تئیں ظن سے و جام نہیں
 کوچہ عشق ہے یہ رہ گذر عام نہیں
 جس جگہ پہنچے آغاز ہے انجام نہیں
 سحر و شام وہاں یہ سحر و شام نہیں
 مشرب کفر ہے یہ ملت اسلام نہیں
 اس لئے دل کو تنائے سے و جام نہیں

عار کیا ہے تجھے لوگوں کی ملامت سے نیاز

عاشقوں میں تو اکیلا ہی تو بدنام نہیں

نیستی نیستی ہے یارو! اور مستی کچھ نہیں
 لا مکاں کی منزلت پاتا ہو کب کون مکان؟
 کچھ نہیں سب کچھ ہی یارو! اور سب کچھ کچھ نہیں
 کچھ نہیں ہے وہ جسے کہتے ہیں بستی لے میاں
 بخودی مستی ہے یارو! اور مستی کچھ نہیں
 ”ہو کے ویرانے کے آگے ہے گی بستی کچھ نہیں
 تفت ہو اس مستی پہ لے ہم دم! یہ مستی کچھ نہیں
 فقر میں بستی یہی ہو! اور بستی کچھ نہیں
 بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا ہے نیاز
 کچھ نہ ہونے کے سوا! اور حق پرستی کچھ نہیں

ردیف و

مدرسے میں عاشقوں کے جس کی سہم اندھ ہو
 یہ سبق طولانی ایسا ہے کہ آخر ہو، نہ ہو
 دوسرا پھر ہو سبق، علم الفنا کا انتفاع
 دور آگے تب چلے، جب جوڑ پیچھے ہو درد
 تیسرا اس کا سبق ہے پھر کے آنا اس طر
 وہ بھی عاجز ہو گئے مشکل ہے جن کا ربط و ضبط
 حضرت عشق آپ ہو ویں گم بند رس چند روز
 اک توجہ آپ کی دانی تو کافی ہے نہیں
 اس کا پہلا ہی سبق یارو! فنا فی اللہ ہو
 بے نہایت کو نہایت کیسے ”یارِ تباہ!“ ہو
 یعنی اس اپنی فنا سے کچھ نہ وہ آگاہ ہو
 اس دقیقے کو وہی پہنچے، جو حق آگاہ ہو
 اب بقا باللہ حاصل اس کو خاطر خواہ ہو
 حافظ و ملا یہاں پر کب دلیل راہ ہو
 پھر تو علم فقر کی تھیل خاطر خواہ ہو
 کیسا ہی قصہ ہو طولانی تو وہ کوتاہ ہو
 لے نیاز اپنے توجہ کچھ ہو، تمھیں ہو بس فقط
 حضرت عشق آپ ہو اور آپ ادا م اللہ ہو

(۴۰)

دیکھا نہ ہو گرم نے خدا، دیکھ لو یارو!
 کس ہاتھ کے ہو تم بنے، اے نقش و نگارو!
 اے بلبلو! سب مل کے چلو، جی کو نثارو!
 اے عقل و خرد! اب چلو باہر کو سدھارو
 وا عظم جو ملے، اُس کے علمے کو اتارو
 لو، اپنی بہشتوں کو تمھیں سر سے تیارو!
 دھرنادو، اُس یار کے دروازے پہ چارو
 آتے ہو کہاں سے آٹھے، اے گرد و غبارو

وہ یار ہے میرا، ارے او دیکھنے بارو!
 اس نقشے کی تصویر بنی ہے نہ بنے گی
 ہے شاہدِ گلِ جلوہ نما تحتِ چین پر
 در ملکِ دہم شاہِ جنوں لائے ہیں تشریف
 ٹھانی ہے یہاں مُعْجُوبوں نے آج یہ دل میں
 ہم آگ میں جلنے سے بہت راضی ہیں ناصح!
 اے چشم و جگر! مل کے سینہ و دل ساتھ
 کس دل کی عمارت ہوئی ہے آج یہ سمار

کہتا ہے نیاز اور غزل اسی سنو، ایک
 کانوں کو ادھر رکھ کے ذرا حُسنِ شعارو!

(۴۱)

پکڑے ہیں کئے اپنے کو، لو، گردنیں مارو
 وہ یار بُرا لے ہے، گر رو، رو، پکارو
 ثابت رہو، طک عشق میں، ہمت کو نہ مارو
 دُور تمھو! آ کے نہ یہاں ہاتھ پیارو
 کیوں آتے ہو جھبک جھبک مری آنکھوں میں خارو
 کیدھر سے نکل آئے تم اے ہجر کے خارو!

ہم جرمِ محبت کے گنہگار ہیں یارو!
 مشکل ہیں جو چپ مٹے ہیں، جی ہو وہ بیکل
 گر راحت و آرام کیا، جانے دو اے دل!
 جزِ رخت بھلائی کے، فلک سے نہیں بہتر
 نظروں میں تو ہے ساقیِ رست، قدحِ نوش
 سیرِ چینِ حُسن میں کیا حُسن و مزہ تھا؟

۱۰ یعنی دیکھنے والو (مرتب)

۱۱ شاعر نے نثار کرنا سے "نثارو" نیا فعل بنایا ہے۔ انگریزی زبان میں ہم وصفت سے فعل بنانے
 کی بہ کثرت مثالیں ملتی ہیں لیکن اردو زبان میں ایسے تجربات نثار و نادر نظر آتے ہیں۔ (مرتب)
 ۱۲ یعنی کدھر؟ (مرتب)

جیتک نہیں وہ شوخ، تھیں دیکھتے تب تک
 بھولے نہ سلاتے تھے، کہیں انگ میں اپنے
 خورشید کے نکلے پہ کہاں ہو گے ستار وا؟
 آتی ہے خزاں، رہو خبردار، بہار وا!
 لے شاہ بخت، ہوں میں نیاز آپکے گھر کا
 بگڑے سرے سب کام، تھیں ان سوار وا

(۱۲۲)

عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ لیا، جو ہو، سو ہو
 پوچھو نہ مجھ خراب سے یا ر و صلاح کار غم
 مجھ سے مرین کو طیب ہاتھ تو اپنا مت لگا
 عقل کے مدیسے اٹھ، عشق کے میکہ بھیں
 لائے کی لگتے ہی پنبہ منظر وہ جل گیا
 دیدہ و دل بہم نہیں، ایک ہی سوچہ بوقتیں
 ہجر کی جب مصیبتیں عرض کیں اُسکے روبرو
 ہستی کی اس سرے میں، رات کی رات جو بے
 عیش و نشاط زندگی، چھوڑ دیا جو ہو، سو ہو
 اپنے تو اب نہیں ہے ہوش بجا، جو ہو، سو ہو
 اسکو خدا پہ چھوڑ دو بہر خدا، جو ہو، سو ہو
 جام شراب بخودی، اتو پیا، جو ہو، سو ہو
 رخت و جود جان و تن، کچھ نہ بجا، جو ہو، سو ہو
 آنکھوں کے سامنے عیاں، دلیں بنا، جو ہو، سو ہو
 ناز و اداسے مسکرا، کہنے لگا جو ہو، سو ہو
 صبح عدم ہوئی نمود، پاؤں اٹھا جو ہو، سو ہو

۱۔ چمن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ نوکتور کھنڈ ۱۹۲۷ء (دسواں ایڈیشن) و مجمع الاشعار مطبوعہ
 نوکتور کھنڈ (چوتھا ایڈیشن) صفحہ ۸۵

۲۔ چمن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ نوکتور کھنڈ (جام فناؤ بخودی اتو پیا جو ہو سو ہو) و مجمع الاشعار
 مطبوعہ نوکتور (جام شراب بخودی اتو پیا جو ہو سو ہو) و سخن شعراء صفحہ ۵۳۴
 (جام فناؤ بخودی اتو پیا جو ہو سو ہو)۔

۳۔ لاگ کی آگ لگ اٹھی پنبہ منظر جل اٹھا رخت و جود جان و تن کچھ نہ بجا، جو ہو سو ہو
 چمن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۳۸۔ لاگ کی آگ لگ گئی پنبہ طرح سا جل گیا۔ مجمع الاشعار صفحہ ۸۵
 ۴۔ جب — مجمع الاشعار صفحہ ۸۵۔ سب — چمن بے نظیر دوم صفحہ ۲۳۸۔ جو —
 دیوان نیاز مطبوعہ کشوری ۱۹۳۷ء صفحہ ۵۳

دنیا کے نیک و بد سے کام، ہم کو نیاز کچھ نہیں
آپ سے جو گذر گیا، پھر اسے کیا، جو ہو، سو ہو

(۴۳)

عشق ستا تلہ کیوں آجھے ہر آن تو؟
صبر و قرار و شکیب تاب تو ان عقل و دیں
دیکھا نہیں ہے مہوز چہر و رخسار کو
جلوہ فروشی نہ کر، گل سے پوچھ لے نسیم
غم نے تو ہمد بگاڑ دی مری سب حیثیت
تو تو کہیں سینہ صاف اس دردندان سے
میرے تو آرام کا، لے گیا سامان تو
سب نے تولی اپنی راہ، رہ گئی کیوں جان تو؟
کس کو تکیہ ہے بھلا، دیدہ حیران تو؟
درد میں کس کے ہوئی، چاک گریبان تو؟
مانوں مجھے میں اگر، لے مجھے پہچان تو
شرم سے کیوں غرق ہے اب درغلطان تو
پوچھے ہے ہر ایک سے کس کا ہے عاشق نیاز
تجھ کو نہیں ہے خبر، ایسا ہے انجان تو؟

(۴۴)

افسانہ مرے درد کا اس یار سے کہہ دو
جھکتا نہیں یہ دل طرف قبلہ عالم
فرقت کی مصیبت کو دل زار سے کہہ دو
محرابِ خم ابروئے دلدار سے کہہ دو

۱۔ مجمع الاشعار صفحہ ۸۵ و جن بے نظیر دوم صفحہ ۲۳۸
۲۔ مجموعہ نثر جلد دوم صفحہ ۲۸۹ و سخن نثر صفحہ ۵۳۶ صبر و قرار و شکیب، طاقت و تاب تو ان۔
اور تو سب مجھے رہ گئی اک جان تو۔ گلشنِ بیخار مطبوعہ نوکلشور ۱۹۱۷ء صفحہ ۲۳۳
صبر و قرار اور شکیب تاب تو ان عقل و ہوش۔ سب نے تولی اپنی راہ رہ گئی ایک جان تو
دیوان نیاز مطبوعہ ۱۹۳۷ء صفحہ ۵۳۔
۳۔ مجموعہ نثر جلد دوم صفحہ ۲۸۹۔ دیوان نیاز کے دسویں ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۳۷ء میں صفحہ ۵۳ کے
حاشیہ پر یہ شعر اس طرح درج ہے۔
پوچھے ہر ایک سے کس کا ہے عاشق نیاز
تجھ کو نہیں کچھ خبر، ایسا ہے انجان تو

اک تو ہی نہیں، میں بھی ہوں ان آنکھوں کا مارا
 سسکے ہے پڑا جی تری مڑگاں کا یہ گھائل
 میں عشق کے ملت میں ہوں اے شیخ و برہمن
 کیا جوش میں ہے اب مئے وحدت خمِ دلیس
 اے اہل نظر ز گس بیمار سے کہہ دو
 تیرنگہ دیدہ خو نثار سے کہہ دو
 جا عشق مرا، سبھ و زنا سے کہہ دو
 اُبلے ہے پڑی رومی عطا سے کہہ دو
 بولوں ہوں، انا اللہ، میرا سے کہہ دو
 مشکل جو نیاز آئے تھیں فقر میں درپیش
 جا شاہ نجف حیدر گرا سے کہہ دو

رکیت می

(۳۵)

دکھلائے داغِ دل نے گلستاں نئے
 جو رہتا ہے مجھ کو الہی! بجایو
 دشت دکھاری ہے بیاباں نئے
 میں اس طرح جنوں ترے ہاتھوں کے تنگ ہوں
 لاؤں کہاں سے روز گریباں نئے
 دیر و حرم میں کوئی نہیں تیری راہ پر
 کافر نئے ہیں، مسلمان نئے
 کس طرح ہو گزر درجاناں پر اے نیاز؟
 درباں نئے ہیں، نگہباں نئے

۱۔ دیکھ یہ غزل جن بے نظیر جلد دوم صفحہ ۲۵۸ نیز مجمع الانشعار صفحہ ۹۲-۹۳ سے نقل کی گئی ہے
 لیکن دیوانِ نیاز مطبوعہ نو لکھنؤ ۱۹۳۷ء میں نہیں ہے۔

۲۔ اُس طرح "بجائے" "ان دنوں" جن بے نظیر دوم صفحہ ۲۵۸
 ۳۔ یہ شعر جن بے نظیر دوم صفحہ ۲۵۸ پر ہے لیکن مجمع الانشعار میں موجود نہیں ہے۔
 ۴۔ جن بے نظیر دوم صفحہ ۲۵۸ و مجمع الانشعار صفحہ ۹۳ (مرتب)

(۴۶)

چھوڑو مجھے بے خود مرا آرام یہی ہے
بے نام و نشان رہنے دو بس نام یہی ہے
بیکار و معطل ہی رہوں کارِ جہاں سے
فہمید میں اپنی تو بڑا کام یہی ہے
لے سر سے قدم تک ہوں جلا ستم کے مانند
شاید کہ میان عشق کا انجام یہی ہے
کافر ہوں جو میں اپنے تئیں جانوں کہ میں ہوں
جو کچھ ہے، سو تو ہے، مرا سلام یہی ہے
سو جھے نہیں دن رات ترے دھیان میں پیار
اپنی تو سحر ہے یہی اور شام یہی ہے

کہتے ہیں نیاز آپ کو اس شکل مری میں
یہ سچ ہے کہ تو پاک بیاں نام یہی ہے

(۴۷)

صنم ہے، گل بدن ہے، مرہ جبین ہے
ہلا کہئے وہ کیا کیا کچھ نہیں ہے
وہ سب جا ہے، وہ کس جا کہ نہیں ہے
غرض اس کو جہاں دیکھو، وہیں ہے
گیا اوڈھر کو پھر ایدھر نہ آیا
عجب کو چے کی تیرے سر زمیں ہے
مرے اشکوں کا اور نالوں کا شاید
زمین و آسماں عرش بریں ہے

نہ ہو جس کے مقابل حور و غلماں
صنم نامِ خدا، وہ ناز نہیں ہے

(۴۸)

غمِ خدائی کو ہم جانیں، یا خدا جانے
بلا کثوں پہ جو گزے، تری بلا جانے
مریضِ عشق کا درماں عبت کرے ہے تو
دوا ہماری ارسطو! بھلا تو کیا جانے؟
صبا اگرچہ شگفتہ کرے ہزاروں گل
اس ایک غنچہ دل کو وہ کب کھلا جانے؟

۱۔ اس غزل کے پانچوں اشعار جن بے نظیر دوم صفحہ ۲۸۲ نیز مجمع الاسعار صفحہ ۹۹ سے نقل کئے گئے ہیں
دیوانِ نیاز مطبوعہ نو لکھنور (۱۹۳۷ء) میں یہ غزل نہیں ہے۔
(مرتب)

اُٹھاری ہے جفا تیری اپنے در سے مجھے
 میں اُٹھ تو جاؤں اگر وہ مری وفا جانے
 پڑا ہو جس کو سروکار عشق سے آ کر
 وہ جیتے جی یہاں اپنے تئیں مٹا جانے
 کسی نے آنکھوں سے دیکھا ہے بن جبا کوئی
 کہ آپ آپ پلک مارتے مٹا جانے
 نیا ز منزل مقصود کو وہی پہنچے
 جو کوئی شاہِ نجف اپنا رہنا جانے

(۴۹)

جب بردِ دل حضرتِ عشق آن پکارے
 گوشہ ہوئی عقل اور ہوئے اوسان کنکے
 بازی وہی لے جائیگا اس کھیل میں لے دل
 جو پہلے کٹا مہرہ جان اپنی کو ہارے
 گر حسن میں ہم سر ہیں تھکائے مہ و خورشید
 دن رات یہ کیوں ہوتے ہیں قربان تھکائے
 جو سلسلہ زلف کے ہیں دست گرفتہ
 بھرتے ہیں سرِ اسیمہ پریشان بیچارے
 پل مالتے ڈوبے ہے ابھی زورق گردوں
 طوفاں پہ ہیں یہ دیدہ گریان ہمارے
 گر رستم و سہراب ہیں ایسے ہی دلاور
 ہو دیں تو بھلا عشق کے میدان میں اتارے
 کل دورہ محنوں تھا نیا ز آج ہے اپنا
 نوبت کے بجے بر سر دورانِ نقارے

(۵۰)

مری آنکھوں میں اگر ایسی ہی تری نت کو جلوہ گری رہی
 تو ہمیشہ کو ہمیں آپ سے یوں ہی یارِ ابے خبری رہی
 ارے آہ! تیرے ہنار سے کبھی کچھ نہ برگ و ثمر بلا
 نہ پھلے نہ پھولے یونہی تو ہمیشہ بے ثمری رہی
 جو یہ جوشِ سیلِ سرشک کا کوئی روز ایسا بنا رہا
 نہ بدن میں نام کو نم ملی نہ دکھائی دیگی تری رہی

ابھی ڈس کے گئی ناگنی زلف کی، مجھی سے یہ ہائے مکر گئی
 مری مرگ آنکھوں میں سر لگا دیکھو آپ کیسی بری رہی؟
 جلی بادِ گرم فراق کی، جلا سب وجود نیاز کا
 مگر ایک عشق کی کشتِ غم جسے کہتے ہیں 'سوہری رہی'

(۵۱)

آتے ہی اُسکے سامنے یوں آپ سے ہم چل بے
 عہدِ وفاقت بس گیا عفا، لیک اب نبھنا نہیں
 سوج کا چہرہ دیکھتے جیسے کہ شبنم چل بے
 پھلے باجائے غم اور ہم تو اُس دم چل بے
 جو کچھ کہتے تھے کہ وہ زندگی کے رکنِ عظم چل بے
 لے ہم نشینو! تم کہو کیا لطف ہے اس زلیست کا؟
 جب ہم اکیلے رہ گئے، وہ اپنے محرم چل بے
 چلے نیاز اب اُس جگہ، اُس کا تاشا کیجئے
 اپنے ہزاروں ہیں جہاں پڑیا روہدم چل بے

(۵۲)

جب چھوڑ کر تنہا مجھے وہ یارِ ہدم چل بے
 اپنا اندازِ زندگی اب رہ گیا ہے غم ترا
 عقل و قرار و ہوشِ دل سب مل کے باہم چل بے
 پھر تو وہ پوری موت ہے، بارے اگر غم چل بے
 پھر چھوڑنا کیا لطف ہے جب کل کا موسم چل بے
 ہمکِ مخلصی بلبِل کو دے، صیاد جاتی ہے بہار
 بس شب کی شب آئے ہے اور پھر گجرو دم چل بے
 دنیا سر اسی نہیں، آکر جہاں رہ جائے
 اب تو چلو ملکِ بقا کی سیر دیکھو اے نیاز
 دیکھو تو کیا کیا ہے وہاں، عالم کے عالم چل بے

(۵۳)

دھیان اپنے کو نہ خاک کے افلاک سے باندھے
 عرفان اگر چاہے دل پاک سے باندھے
 گر جلوہ گرِ یار نہ ہو، آئینہ دل
 بھر اُس کا تھوڑ کوئی، کس تاک سے باندھے

ہے کاسہ سرا پنا ملبب تری بو سے
 فخر اپنے متبک کا فلک چاہے سو کر لے
 ہر چند نظر باز ہے یہ نر گس شہلا
 صحرائے شکار اس کے میں بیٹھا ہوں بہائید
 بختِ جگر و دل سے جو بندھا نہیں ہوتا
 تلکے کی فقط تاک کا ہوں یار و گئے کار
 جوڑے کو جو وہ ناز نہیں باندھے تو ہے لازم
 مانی طے ہماری وہ بنا کر کے بگوئے
 اس چرخ سے کیا رکھئے تھلا چشمِ نکوئی

اب دستہ گل لیکے کوئی ناک سے باندھے
 پر شہر طانہ غزالِ دلِ حیا کے باندھے
 یر تاک نہ اس دیدہ بیباک کے باندھے
 شاید مجھے گر صید وہ فتر اک کے باندھے
 پھر آنسوؤں کی ندی کوئی خاک کے باندھے
 باندھے مجھے کوئی، شجر تاک کے باندھے
 تارِ نگہ چشمِ ہوس ناک سے باندھے
 چکر ہی میں رہتا ہے ساجاک کے باندھے
 جو، بیر پس از مرگ بھی ہے خاک کے باندھے

بہتر ہے نیاز آپ کو تورستہ ا خلاص
 ہر ایک سے توڑے شرِ لولاک کے باندھے

(۵۴)

مجھے بخودی یہ تو نے بھلی چاشنی چکھائی
 نہ حذر ہے، نہ خطر ہے، نہ رجاء ہے، نہ دعا ہے
 نہ مقام گفتگو ہے، نہ محلِ جستجو ہے
 نہ لیکن، نہ مکاں ہے، نہ زمین، نہ زماں ہے
 نہ وصال ہے، نہ ہجران، نہ سرور ہے، نہ غم ہے
 من تو اٹھے جہاں ہوں، سو میں بھی وہاں ہوں

کسی آرزو کی دل میں نہیں اب رہی سہائی
 نہ خیالِ بندگی ہے، کہو جی میں کیا سہائی
 نہ وہاں جو اس پہنچیں، نہ خرد کو ہے رسائی
 دلِ بینو نے میرے، وہاں چھاؤنی ہے تھائی
 جسے کہیے خوابِ غفلت، سو وہ نیند مھکواؤنی
 جو دوئی کے تھے لوازم، سو نہائی اُن سے بانی

یہاں میں رہا ہوں جب تو سخنِ نیاز بولوں
 سنو گے زبانِ نئے سے وہی جو کہے گا نائی

(۵۵)

ستارے نہیں یہ شبِ تار کے
مبارک رہے تجھ کو واعظ بہشت
جو دیکھے تجھے اے مرے رشکِ گل
صفائی ترے سلکِ دنداں کی دیکھ
عجب کیا جو تشریف لاؤ ادھر
کہاں فصلِ گل ہے کہاں وہ بہار

شرارے ہیں آہِ شرر بار کے
میاں ہم تو طالب ہیں دیدار کے
نہ پھٹکے کبھی گردِ گلزار کے
ہوئے غرقِ دریا گہر بار کے
عیادت کو آتے ہیں بیمار کے
چلو مل کے روویں گلے خار کے

غزل اور ایسی ہی کہیو نیاز
کہ مشتاق ہیں تیرے اشعار کے

(۵۶)

چھٹا ہاتھ سے چشمِ خوِ نثار کے
یہ جنبشِ جواہر دہیں ہے یار کے
یہ دن رات ہیں یا کہ ہندو ترک؟
کھلی آنکھ پیتے ہی وحدت کا جام
خوشی کا عالم ہے اپنا مقام
جو آزاد ہیں کفر و اسلام کے

لیا زلف نے دام میں مار کے
سو جھڑتے ہیں وہ ہاتھ تلوار کے
کہ ہمدوش ہیں زلف و رخسار کے
ہوئے مست سرشار دیدار کے
ہنیں آشنا بحث و تکرار کے
وہ قی ہی نہیں سچہ و زنا کے

یہ دل بے بہا جس ہے اے نیاز
بہا، مت اُسے بن خریدار کے

۱۔ ”سچہ“ پر سکتہ ہے۔ شاعر نے اُسے ”سچ و زنا“ کہہ کر موزوں کیا ہے۔ فنی نقطہ نظر سے

(مرتب)

یہ ”عیوب لفظ“ میں داخل ہے۔

(۵۷)

جو ہیں آشنا میرا سرار کے اندھیرا، اُجالا، نہاں اور عیاں
 یہ جلوے ہیں سب، جلوہ یار کے بہار و خزاں، ہم پہ ہے ایک ساں
 کبھی یارِ گل ہیں، کبھی خار کے رادھر کی نہیں جانتے رسم و راہ
 میاں! ہم تو باشندے ہیں یار کے بنا نوڑ مہتی کی ہے، گنج وصل
 بڑا گنج ہے زیر دیوار کے کہاں سے کہاں لے کے پہنچا یہ دل
 ملائک جہاں سے رہے ہار کے کہیں قیں و فرہاد سا، میں نیاز
 کہ ہوں گردِ صحرا و کہسار کے

(۵۸)

منہ اپنا جو تو نے دکھایا مجھے بسا میری آنکھوں میں تو اس قدر
 وہیں پھر جو دیکھا، نہ پایا مجھے کہاں تک کہوں لطف و احسانِ عشق؟
 کہ تجھ بن نظر کچھ نہ آیا مجھے یہاں تک دیا مجھ کو حسنِ عروج
 کہ جوں جوں گھٹا میں، بڑھایا مجھے میں قربان ہوں تیری نظروں کے یار
 کہ بندے سے مولا بنایا مجھے کہاں میں، کدھر بخودی کا مقام؟
 ملا تے ہی آنکھیں، گمایا مجھے وہاں سے یہاں، تو ہی لایا مجھے
 نیاز اب یہی ہے دُعا کے طلب رکھ اپنا ہی بندہ خدا یا مجھے

(۵۹)

یہ جو ہے کون مکاں، یارو یہ ہے سب لاشیے جسکو کہتے ہو جہاں، یارو یہ ہے سب لاشیے
 لے شاعر نے ”گمایا“ بجائے ”گم کیا“ استعمال کیا ہے۔ یہ ایک نیا تجربہ ہے۔ (مرتب)

گر چہ بے نام و نشان کا ہے یہ سب نام و نشان
 نہ تصور میں حق آوے، نہ بیاں کر سکے عقل
 پر یہ نام اور نشان، یا رویہ ہے سب لاشیئہ
 چہ تصور، چہ بیاں، یا رویہ ہے سب لاشیئہ
 حق جسے کہتے وہاں، یا رویہ ہے سب لاشیئہ
 بس وہاں وہم و گماں، یا رویہ ہے سب لاشیئہ
 نہ تو کچھ بولو، نہ دیکھو، نہ سنو، مثلِ نیاز
 دیدہ و گوش و زباں، یا رویہ ہے سب لاشیئہ

(۶۰)

روٹھا ہوا وہ پیارا اگر اپنے سے من جاوے
 یہ سوزِ دووں ٹھکڑ، کچھ پھونکے ہی ڈالے ہے
 بگڑا ہوا کھیل اپنا، اک آن میں بن جاوے
 آجانی، گلے لگ جا، توجہ کی جلن جاوے
 یوں آنکھوں میں پل پل کے جا خاک میں جاوے
 یا آئے وہ دلبر یا جی کی جلن جاوے
 عاشق ہو نیاز اس پر اکھل پھاٹے گریباں کو
 گریر کو گلشن کی، وہ غنچہ دہن جاوے

(۶۱)

کہتے ہیں جس کو عشق ہمارا ہی نام ہے
 گر پھونک دوں جہاں کو تو کچھ عجیب نہیں
 شور و فغاں کی اپنی مچی دھوم دھام ہے
 میں آگ کا بھجھو کا ہوں، میرا یہ کام ہے
 ان دونوں صاحبوں کو ہمارا سلام ہے
 اسلام و کفر سے پرے اپنا مقام ہے
 ہوش و خرد سے ہم کو سروکار کچھ نہیں
 منزل ہمارے پاتے ہیں کب شیخ و برہمن

۱۔ حدیث نبوی: مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

۲۔ لَوْلَا لَوْ لَمَا طَلَعْتَ الْاَدْلَاكِ آیتِ کریمہ

۳۔ یعنی کچھ نہیں۔ ہر شے کی نفی سے ذات حق کا اثبات ہوتا ہے۔ (مہر تپ)

دیر و حرم میں اور کلیسا کنشت میں بھرتا ہمارے یار کا دم، ہر کد ام ہے
 پراک نیاز اپنے سے ہم راز ہے، کہ وہ
 شاہِ مخفی، امیرِ عرب کا غلام ہے

(۶۲)

میں وہ کوئی ہوں جس کا خدائی میں نام ہے کہتے ہیں جس کو حُسنِ سو مجھ پر تمام ہے
 عالم میں میری جلوہ نمائی کا ہر طرف غوغا ہے، غلّ، شولہ ہے اور دھوم دھام ہے
 خلقت کے کان پر ہیں کسی ذکر سے ہوئے ہر ہر زبان پر یہی بات اور کلام ہے
 جس دل میں دیکھئے تو ہماری ہی چاہ ہے جو آنکھ ہے، سوتک ہی ہم کو مدام ہے
 ہر سر کے پیچ اپنا ہی سودا ہے بھر رہا اپنی تڑپ میں نشتر و رگ ہر کد ام ہے
 دیکھا ہے جس نے حُسن ہمارا بہ چشمِ دل خوباں سے اس جہان کے کب اسکو کام ہے
 حاضر ہے بندگی میں ہماری تمام خلق از عرش تا بہ فرش سب اپنا غلام ہے

رکھتا ہے ہم سے ہر کوئی راز و نیازِ شیخ
 پر کچھ نیاز اپنا مدارِ المہام ہے

(۶۳)

سرزمینِ چشت کی آب و ہوا کچھ اور ہے سرزمینِ چشت کی آب و ہوا کچھ اور ہے
 دین و دنیا سے نرالا، اور ہی کچھ طور ہے دین و دنیا سے نرالا، اور ہی کچھ طور ہے
 پھر ہے میں ہر گلی کوچے میں از خود رفتگاں پھر ہے میں ہر گلی کوچے میں از خود رفتگاں
 عشق کی واں سلطنت ہے، بخودی کا دور ہے عشق کی واں سلطنت ہے، بخودی کا دور ہے

کوئی ”سبحانی“ کہے کوئی ”انا الحق“ بلبلائے
 بل بے تیرا بلبلانا، یہ مقامِ غور ہے

کوئی شغلِ نیستی میں نیست اور نابود ہے
کوئی نظارہ میں حق کے اک تماشا طور ہے

ہے حضورِ حق تعالیٰ اُن کی گاہے بُود و باش
دیکھنے میں خلق کے گود پٹی و لاہور ہے

خندہ و گریہ بہم ہمدم ہیں ان یاروں کے بیچ
جو کوئی روتا ہے پھر ہنستا وہیں فی الفور ہے
جب کہ دکھ سکھ ہوا کھین اور بھیراری ہو قرار
پھر تو مہر و نطف سے خوش تر جفا و جور ہے

کیا ہی تیزی اور تندی رکھتی ہے اُن کی نگاہ
جا پڑے جس پر نظر رہتا وہیں وہ کھڑا ہے

وہ جواک عرصہ میں ہوتا ہے میسر اور جا
یاوری سے عشق کی حاصل یہاں فی الفور ہے

وہ تو الماس و نگیں ہیں یا کہ ہیں ڈیرِ نہیں
کالنج کی تو پت ہے یا ریزہ بلور ہے
یہ تو سب سچ ہے مگر اُن میں سے گنا آپ کو
برزہ کوئی نیاز اور رلا نہ ناخوش طور ہے

(۶۴)

ہوائے سحر میں بہ پردا عجب بر باد کیوں کیجئے؟
کٹے اوقاتِ راحت کے تئیں پھر یا کیوں کیجئے؟
یہ کوہِ عشق اپنا قتل جوں فرما دیوں کیجئے؟
اگر دیکھئے تو یہ کچھ نالہ و فریاد کیوں کیجئے؟

بہارِ چند روزہ بردل اپنا شاد کیوں کیجئے؟
لبِ شیریں کی باتوں پر جو کیجئے تلخ کام اپنا
نگاہِ کردیدہ و دانستہ اپنے پاؤں پر تیشہ
نہ دیکھئے حائلِ خط کے ام و دانہ پر سیاں دل کو

نہ ہو گر مرغِ دل کے آبِ دانہ کی خبر لینی
 جو مانگوں ہوں میں زادی کہے ہے ہنس کے ظالم
 تو اپنے دام میں اُسکے تئیں صیاد کیوں کھجے؟
 جسے لیجئے غلامی میں اُسے آزاد کیوں کھجے؟
 نیاز اب چپ رہو کوتر کرو افسانہِ غم کو
 جہاں سے اٹھ گئی ہے داد اب فریاد کیوں کھجے؟



متفرقات

ہندوستانی پنج و ہندوئی

بِسْمِ

خواجہ معین الدین کے گھر کج ڈھاتی ہے بسنت
 بھولوں کے گڑھے ہاتھ لے گا نا بجا ساقی نے
 چھتیاں منگ کے بھر رہی ہیں، نیناں گیناں رڑھیاں
 لے سنگ سکھیاں گھبہن رنگ بسنتی کا برن
 کیا بن بنا اور سج سجا، مجھے کو آتی ہے بسنت
 جو بن کی سہ میں ست ہو ہوا لگاتی ہے بسنت
 کس طرز معشوقانہ سے جلوے دکھاتی ہے بسنت
 کہا ہی خوشی اور عشق کا سامان لاتی ہے بسنت
 ناز و اداسے جھومنا، خواجہ کی چمکت چو منا
 دیکھو نمازاں سنگیں کیسی سہاتی ہے بسنت

یا پیر الغیاث

لایا تمھارے پاس ہوں یا پیر! الغیاث
 لا ہو ت سے اتر کے ہوں ناسوت میں پڑا
 حرص و ہوائے نفس ہے زنجیر پائے دل
 عاجز ہوں اور سیکس و ناچار و ناتواں
 ہم آپ کے کہلاتے ہیں یا پیر دست گیر
 مشکل کشائے خلق ہو، تم شاہ اولیاء
 کرتے ہو مشکلات جہاں ایک پل میں حل
 سوز و گداز و آہ و تپش نالہ و فغاں
 کر آہ کے قلم سے میں سحریر الغیاث
 کیا کچھ ہوئی مقام کی تعبیر الغیاث
 پاتا نہیں نجات کی تدبیر الغیاث
 مضمون آہ دل کی ہے تفسیر الغیاث
 سن لو مرید اپنے کی یا پیر! الغیاث
 ہے اس لئے تمھاری قضا گیر الغیاث
 کیوں حق میں میرے اتنی ہے تاخیر الغیاث
 سب کچھ ہوا، دے نہیں تاثیر الغیاث

گر سن کے انغیاثِ نیاز آپ داد دیں دنیا و دیں میں باقی ہے توقیر انغیاث
یا غوث الاعظم! آپ سوا کون ہے مرا؟ کس کے کئے میں جا کروں تقریر انغیاث
دیکھو تو میں نیاز ہوں لے سے پاؤں تک
یا ہوں میں انغیاث کی تصویر انغیاث

(۳۱) سرسوں پھولی آنکھوں میں

شیام سدر کی جب سدھ آئی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
کچھ کا کچھ ہے دیت دکھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
ہر ہر بند سمند، پہچانوں ہر ذرہ خورشید
واہ گرو جی! خوب سمجھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
بندے کو اللہ کھانوں، قیدی کو بے قید
اُن کہنی منہ سے کہلائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
بیچ بیچ میں فرق نہ جانوں، دوئی ہوئی پابند
وحدت من پر ایسی چھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
میں تو نیاز آپے کو نہ جانوں، کجا عمر کت آید
نگل گئی پر بت کورائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں

(۳۲)

خودی گئی، جب ملی خدائی

من موہن چھپ دکھلائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں

پریم کی زردی مکھ پر پھائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں
 نیاز کہانی موری بھائی، ہوش گیارے ہوشی آئی
 خودی گئی جب ملی خدائی، سرسوں پھولی آنکھوں میں

(۵) نِگل گئی پرست کورائی

مدھ میں سمائی، جوش میں آئی، دیکھو جی اب اُبلے ہے
 سمند بند میں ڈبکی کھائی، دیکھو جی اب اُچھلے ہے
 نِگل گئی پرست کورائی، دیکھو جی اب اُگلے ہے
 نیاز کے پردے میں ہے خدائی، دیکھو جی اب نکلے ہے

(۶)

حق سے دھیان لگاؤ جی

”مُہم“ ”مُکھ“ ”عُنی“ ہو کے حق سے دھیان لگاؤ جی
 پاک منیرہ پورے، ہو سجائی، گن کاؤ جی
 بے رنگی کی سرت جا کے اپنے آپ گماؤ جی
 نیاز گیا جب اللہ کو، کون رہا، فرماؤ جی

(۷) پریت کی ریت کیلہ ہی ہوت ہے؟

مَن دھن مڑی موہن کی سب سُدھ بد بڑائی
 ہر مورت میں نیاز کو جانو، ایسی مت بوری
 سکھی سیلی، سنگ کی کھیلی، تمھیں پرست بچانی
 پریت کی ریت کیا ہی ہوتے، سانچ کہو گر گئیانی

پنی کو ڈھونڈھن جاؤں

جو گنیا کا بھیس بنا کے، پنی کو ڈھونڈھن جاؤں
 نگری نگری 'دوارے دوارے' پنی پنی 'بند سناؤں
 دُرس سُنھ کاری جگ میں ہو گے 'درشن بھنجا پاؤں
 تن من جو بن 'اُن پرواروں' تب میں نیاز کہاؤں

(۹)

ہو ری

ہو ری ہوئے رہی احمد جیو کے دوار
 نیو علی کو رنگ ہوئے حسن حسین کھلار
 ایسا نوکھو، چتر کھلاری، رنگ نیو سنار
 نیاز پیارا بھر بھر تھپڑے ایک ہی رنگت کھار

(۱۰)

ہو ری کھیلے دھوم مچاؤ

سُن ہو ری سجنی، رُت پھاگن کی ہے بہار
 ہو ری کھیلے دھوم مچاؤ، ناچے دیے تار
 نیاز پیارا، چتر کھلاری، اچل کھیل کھلار
 نگہ موندیں اور کھلوا مانگیں بت چتر انار

(۱۱)

من ہر و ہر پورے

من موہن پیارو، موٹھ پرہن پنج دیورے

پہلے تو بانگی ادا دکھا کے 'من ہر دہر لیورے

اب میں کو پیارا ک دوا رہی 'آپ ہی مانگ ہو رہے
نیاز پیارے کو میری سنگت ہے 'سو تن برن پھنورے

(۱۲) نیاز پیارے کیسے گھرے

سکھی جڑواری برہا گن سب گات
بند جواری دکھیں لاگو پھالنگ پر گیوات
مون برن کو پیاخ دیتا 'سوت کا بکرو لٹا
نیاز پیارے کیسے گھرے 'کیونکر کٹے دن رات

(۱۳) آیا پھاگن ہو ری کھیلن

اُنگو جو بن دے 'کراکھوں سنہار
انہو پورے 'ٹیسو پھوٹے 'برن برن کی بہار
آیا پھاگن 'ہو ری کھیلن ترنی باری بار
ہمے میت کو تو اک تو دہو منہ پسا ر

(۱۴) پھاگ

من لا گوات کیسے جھوٹے 'لنگ کسے بیم کی ڈوری
برہا گن سنگت ہے 'تن من 'جل جھن جسم پھوری

برن مرا پھاگ کھیلن وہاں 'ہم سنگت جیسے ہو ری
نیاز تمہاری لین میں بلیاں 'کسر کیو ہو ری ؟

مختار مسند



88011

